احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

خصوصی شمارہ

منگل 18 جون 2013ء

روزنامہ

1913ء سے جاری شدہ

FR-10

الفضل

The ALFAZL Daily

ٹیلی فون نمبر 047-6213029

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

منگل 18 جون 2013ء 8 شعبان 1434 ہجری 18 احسان 1392 ہش جلد 63-98 نمبر 137

فضلوں کا منادی

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا — کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا — کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

(درثمین)

حضرت مصلح موعود کی دعاؤں کے حصار میں روزنامہ الفضل نے 100 سال مکمل کر لئے ۔ مبارک سومبارک

اے خدا لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں تک وسیع کر

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (مصلح موعود) نے 18 جون 1913ء کو ہفتہ وار الفضل جاری فرمایا اور اس کے پہلے پرچہ میں اس کے مقاصد اور ان کی قبولیت کے لئے دعائیں کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

''خدا کا نام اور اس کے فضلوں اور احسانوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس سے نصرت و توفیق چاہتے ہوئے میں الفضل جاری کرتا ہوں...... میں بھی اپنے ایک مقتدر اور راہنما اپنے مولا کے پیارے بندے کی طرح اس بحر ناپیدا کنار میں الفضل کی کشتی کے چلانے کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور بصد عجز و انکسار یہ دعا کرتا ہوں کہ بسم اللّٰہ.......... ۔اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اس کی برکت سے اس کا چلنا اور لنگر ڈالنا ہو۔ تحقیق میرا رب بڑا بخشنے والا اور رحیم ہے۔ اے میرے قادر مطلق خدا، اے میرے طاقتور بادشاہ، اے میرے رحمان، رحیم مالک، اے میرے رب، میرے مولا، میرے ہادی، میرے رازق، میرے حافظ، میرے ستار، میرے بخشنہار، ہاں اے میرے شہنشاہ جس کے ہاتھوں میں زمین و آسمان کی کنجیاں ہیں اور جس کے اذن کے بغیر ایک ذرہ اور ایک پتہ نہیں ہل سکتا جو سب نفعوں اور نقصانوں کا مالک ہے۔ جس کے ہاتھ میں سب چھوٹوں اور بڑوں کی پیشانیاں ہیں۔ جو پیدا کرنے والا اور مارنے والا ہے۔ جو مار کر پھر جلائے گا اور ذرہ ذرہ کا حساب لے گا۔ جو ایک ذلیل بوند سے انسان کو پیدا کرتا ہے۔ جو ایک چھوٹے سے بیج سے بڑے بڑے درخت اگاتا ہے۔ ہاں اے میرے دلدار میرے محبوب خدا تو دلوں کا واقف ہے۔ اور میری نیتوں اور ارادوں کو جانتا ہے۔ میرے پوشیدہ رازوں سے واقف ہے۔ میرے حقیقی مالک۔ میرے متولی تجھے علم ہے کہ محض تیری رضا حاصل کرنے کے لئے اور تیرے دین کی خدمت کے ارادہ سے یہ کام میں نے شروع کیا ہے۔ تیرے پاک رسول کے نام کے بلند کرنے اور تیرے مامور کی سچائیوں کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے یہ ہمت میں نے کی ہے۔ تو میرے ارادوں کا واقف ہے۔ میری پوشیدہ باتوں کا راز دار ہے۔ میں تجھی سے اور تیرے ہی پیارے چہرہ کا واسطہ دے کر نصرت و مدد کا امیدوار ہوں۔ تو جانتا ہے کہ میں کمزور ہوں میں ناتواں ہوں۔ میں ضعیف ہوں۔ میں بیمار ہوں۔ میں تو اپنے پہلے کاموں کا بوجھ بھی اٹھا نہیں سکتا۔ پھر یہ اور بوجھ اٹھانے کی طاقت مجھ میں کہاں سے آئے گی۔ میری کمر تو پہلے ہی خم ہے۔ یہ ذمہ داریاں مجھے اور بھی کبڑا کر دیں گی۔ ہاں تیری ہی نصرت ہے جو مجھے کامیاب کر سکتی ہے۔ صرف تیری ہی مدد سے میں اس کام سے عہدہ برآ ہو سکتا ہوں۔ تیرا ہی فضل ہے۔ جس کے ساتھ میں سرخرو ہو سکتا ہوں اور تیرے ہی رحم سے میں کامیابی کا منہ دیکھ سکتا ہوں۔ دین......کی ترقی اور اس کی نصرت خود تیرا کام ہے اور تو ضرور اسے کر کے چھوڑے گا مگر ثواب کی لالچ اور تیری رضا کی طمع ہمیں اس کام میں حصہ لینے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ پس اے بادشاہ ہماری کمزوریوں پر نظر کر اور ہمارے دلوں سے زنگ دور کر۔ (دین) کی ترقی کے دن پھر آئیں اور پھر یہ درخت بارآور ہو اور اس کے شیریں پھل ہم کھائیں اور تیرا نام دنیا میں بلند ہو تیری قدرت کا اظہار ہو۔ نور چمکے اور ظلمت دور ہو۔ ہم پیاسے ہیں اپنے فضل کی بارش ہم پر برسا اور ہمیں طاقت دے کہ تیرے سچے دین کی خدمت میں ہم اپنا جان و مال قربان کریں اور اپنے وقت اس کی اشاعت میں صرف کریں۔ تیری محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں ہو اور تیرا عشق ہمارے ہر ذرہ میں سرایت کر جائے۔ ہماری آنکھیں تیرے ہی نور سے دیکھیں اور ہمارے دل تیری ہی یاد سے پُر ہوں اور ہماری زبانوں پر تیرا ہی ذکر ہو تو ہم سے راضی ہو جائے اور ہم تجھ سے راضی ہوں تیرا نور ہمیں ڈھانک لے اے میرے مولا اس مشت خاک نے ایک کام شروع کیا ہے اس میں برکت دے اور اسے کامیاب کر۔ میں اندھیروں میں ہوں تو آپ ہی رستہ دکھا۔ **لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں تک وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی اسے مفید بنا۔** اس سبب سے بہت سی جانوں کو ہدایت ہو۔ میری نیتوں کا تو واقف ہے، میں تجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میرے دل میں خیال آنے سے پہلے تجھے اس کی اطلاع ہوتی ہے۔ پس تو میرے مقاصد و اغراض کو جانتا ہے اور میری دلی تڑپ سے آگاہ ہے لیکن میرے مولا میں کمزور ہوں اور ممکن ہے کہ میری نیتوں میں بعض پوشیدہ کمزوریاں بھی ہوں تو ان کو دور کر اور ان کے شر سے مجھے بچا لے اور میری نیتوں کو صاف کر اور میرے ارادوں کو پاک کر تیری مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ پس اس ناتوان وضعیف کو اپنے دروازہ سے خائب و خاسر مت پھیر یو کہ تیرے جیسے بادشاہ سے میں اس کا امیدوار نہیں تو میرا دستگیر ہو جا اور مجھے تمام ناکامیوں سے بچا لے۔ آمین ثم آمین ثم آمین''۔

(الفضل 18 جون 1913ء ص 3)

اداریہ

روحانیت کی جاری نہر۔ 100 سال مکمل

الحمدللہ کہ الفضل آج اپنی زندگی کا 100 واں سال مکمل کر چکا ہے۔ وہ نازک سا پودا جس کی بنیاد صرف دعاؤں پر تھی اور جس کی پہلی خوراک چند بزرگ ہستیوں کی بے لوث مالی قربانی تھی۔ وہ آج ساری دنیا میں پھل پھول رہا ہے۔ باوجود ہزاروں حاسد آنکھوں کے اور تُند و تیز آندھیوں کے اس کا چراغ جلتا ہی رہا اور بیسیوں پابندیوں کے باوجود اس کی تحریریں اپنے وطن میں ہی نہیں بلکہ الیکٹرانک لہروں پر سفر کرتے ہوئے کل عالم میں پھیل رہی ہیں۔ اس کا ہفتہ وار ایڈیشن لندن سے شائع ہوتا ہے اور دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کے رسائل جو سینکڑوں مقامی زبانوں میں ہیں وہ بھی الفضل کی شاخوں پر کھلنے والے نئے نئے پھول ہیں۔

کہانی تو الحکم اور البدر سے شروع ہوتی ہے۔ جو نہایت نامساعد حالات میں جاری ہوئے اور اہم ترین فرائض سرانجام دیئے۔ الفضل انہی کا تسلسل ہے۔ جسے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (مصلح موعود) نے 18 جون 1913ء کو جاری فرمایا اور پھر اسے جماعت کے حوالے کر دیا۔ اس کے اندر وقف کی ایسی روح پھونکی کہ وہ خلافت احمدیہ کی آواز بن گیا۔ ایسی روحانی نہر بن گیا جو احمدیہ ٹیلی ویژن کے قیام سے قبل بلاشرکت غیرے آب حیات لے کر پیاسوں تک پہنچتا رہا۔ یہ ایسا ساز اور ایسی قرنا تھی جس کی لَے پر جماعت احمدیہ توحید کے نغمے الاپتی رہی، قربانیاں پیش کرتی رہی اور خدا کی راہ میں دل جھکائے مگر سر اٹھائے آگے بڑھتی رہی۔

خلفاء سلسلہ کے ذریعہ آسمان سے بہت دودھ اترا جسے الفضل نے محفوظ کیا اور کر رہا ہے، کونسا علم ہے جو اس میں رچا بسا نہیں۔ صداقت حق کی کونسی دلیل ہے، عظمت قرآن کا کونسا گوشہ ہے جو اس سے باہر رہا ہے، تاریخ احمدیت اور اشاعت احمدیت کا کونسا پہلو ہے جو اس سے مخفی ہے، شہادتوں اور اذیتوں کی کونسی یاد ہے جو اس سے محو ہے اور حق و باطل کا کونسا معرکہ ہے جس کی اسے خبر نہیں۔

یہ خوشیوں کا گلستاں ہے غم کی خبروں کا پاسباں ہے۔ جماعت احمدیہ کی عظمت کردار کی داستاں ہے۔ اس کے ذریعہ ساری کمیونٹی ایک خاندان ہے۔ اسی لئے تو احمدی اس پر قربان ہے اور دشمن پریشان ہے۔ اس سے ہماری روح کی جلا اور دل کا اطمینان ہے۔ خدا کا خلیفہ اس کا باغبان اور خدا خود ہی اس کا نگہبان ہے۔ اس لئے اس کا زندہ اور جاری رہنا بھی ایک نشان ہے۔

پس سب سے بڑھ کر ہمارے پیارے امام **حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو مبارک ہو جن کے دور پُر انوار میں خلافت کے اس فدائی نے 101 ویں سال میں قدم رکھا ہے۔** جن کی والدہ کے زیور الفضل کی رگوں میں اترنے والی پہلی خوراک تھی۔ جن کی دعائیں ہمیشہ اس کے شامل حال رہتی ہیں۔ جن کی رہنمائی اس کے لئے سعادت اور برکت کا موجب ہے۔ جن کے الفاظ ہر کٹھن موقعہ پر اس کی ڈھارس بندھاتے اور حوصلہ بڑھاتے ہیں جن کے خطبات، تقاریر، پیغامات اور دوروں کی ایمان افروز رپورٹس اس کی زینت ہیں۔

پھر تمام جماعت کو مبارک ہو جن کے قلم نے اس کی آبیاری کی جن کی آنکھوں نے اس کی راہ دیکھی جن کے ہاتھوں نے اس کا لمس محسوس کیا جن کے دلوں نے اس کی زندگی کے لئے دعائیں کیں۔ جن کی روحیں اس کے لئے تڑپتی ہیں اور سینے پگھلتے ہیں۔ جو اس کے لئے بے چین اور بے قرار رہتے ہیں۔

اس مبارک موقع پر ایک خاص ضخیم سوونیئر بھی زیر ترتیب ہے۔ جو اس کی سو سالہ تاریخ اور خدمات کی خوشبو سے معطر ہے۔ خلفاء سلسلہ کی دعاؤں اور احباب جماعت کی محبتوں سے مملو ہے۔ اس کی جلد اشاعت کے لئے بھی احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

اس وقت بھی الفضل کئی قسم کے مقدمات کا شکار ہے اور اس کی وجہ سے کئی احمدی قید و بند کی صعوبتیں بھی بھگت رہے ہیں۔ احباب جماعت سے ان کی اور دیگر تمام اسیران راہ مولیٰ کی باعزت رہائی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

خدا کرے کہ الفضل کا یہ سلسلہ ہماری کمزوریوں اور دکھوں اور والہانہ محبتوں کی یادوں کے ساتھ ہمیشہ جاری رہے اور آنے والی نسلوں کو بھی سیراب اور شاداب کرتا رہے۔

الفضل۔ دین کی سچی خدمت کرنے والا

جماعت کے ایک مخالف کا اقرار

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

تھوڑا عرصہ ہوا مجھے ایک غیر احمدی صاحب کا خط آیا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ میں پہلے آپ کی جماعت کا سخت مخالف تھا اور آپ کے لٹریچر کو ہاتھ بھی نہ لگاتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے مجبوری کی حالت میں ''الفضل'' کا ایک پرچہ پڑھ لیا اور اب میں باقاعدہ اس کا مطالعہ کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اسلامی امور کی تائید جیسی اس اخبار میں ہوتی ہے ویسی اور کسی میں نہیں ہوتی اور (۔) کی سچی خدمت کرنے والا یہی اخبار ہے۔

تو دیانتداری سے سلسلہ کا لٹریچر پڑھنے والوں پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے جب میں نے ''الفضل'' کو جاری کیا وہ ہفتہ وار تھا اور کئی غیر احمدیوں کو اس سے عقیدت تھی۔ ایک دفعہ سندھ سے ایک غیر احمدی نوجوان کا خط مجھے آیا۔ اس نے لکھا تھا کہ تین ماہ سے یہ اخبار میرے نام آتا ہے۔ میں غیر احمدی ہوں ابھی ایک ماہ ہوا میری شادی ہوئی ہے اور مجھے اپنی بیوی سے بڑی محبت ہے۔ اس ہفتہ آپ کا اخبار مجھے نہیں ملا، معلوم نہیں دفتر کی غلطی سے یا ڈاک خانہ کی غلطی سے، بہرحال مجھے پرچہ نہیں ملا اور اس سے مجھے اتنی تکلیف ہوئی ہے کہ میں نہیں سمجھتا اگر مجھے یہ اطلاع ملتی کہ میری بیوی فوت ہوگئی ہے تو اس خبر کے سننے سے مجھے زیادہ تکلیف ہوتی یا پرچہ کے نہ ملنے سے زیادہ ہوئی ہے۔

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 494)

الفضل کی قدر و قیمت

حضرت مصلح موعود نے الفضل کے مطالعہ اور اس کی قدر و قیمت کا متعدد بار ذکر کیا۔ فرماتے ہیں:

''آج لوگوں کے نزدیک الفضل کوئی قیمتی چیز نہیں مگر وہ دن آ رہے ہیں اور وہ زمانہ آنے والا ہے جب الفضل کی ایک جلد کی قیمت کئی ہزار روپیہ ہوگی لیکن کوتہ بین نگاہوں سے یہ بات ابھی پوشیدہ ہے''۔

(الفضل 28 مارچ 1946ء)

پبلشر و پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ | مطبع: ضیاء الاسلام پریس | مقام اشاعت: دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ | قیمت 5 روپے

یہ شمع آندھیوں میں بھی جلتی رہی ہمیش

الفضل کی تاریخ، پس منظر اور اغراض و مقاصد

مکرم ڈاکٹر عبدالکریم خالد صاحب

اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ فضل و احسان ہے کہ اس نے اپنے ان وعدوں کو جو اس نے اپنے برگزیدہ بندے اور مامور زمانہ حضرت مسیح موعود سے کئے تھے یوں پورا فرمایا کہ آج ہم میں سے ہر ایک ان پر عینی گواہ ہے اور علیٰ وجہ البصیرت اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ حضرت مسیح موعود خدا کے سچے مامور اور آپ کی جماعت ایک الٰہی جماعت ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم فرمایا۔ اور خلافت علیٰ منہاج النبوت کے زیر سایہ یہ جماعت گزشتہ ایک صدی سے زائد عرصہ سے جادۂ مستقیم پر رواں دواں عظیم الشان ترقیات کو حاصل کئے جارہی ہے۔

ہم اس بات پر دل و جان سے ایمان اور ایقان رکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ہی وہ جماعت ہے جس پر اللہ کا ہاتھ ہے اور اللہ کا یہ ہاتھ نظام خلافت کی صورت میں ڈھال بن کر ہمیں شدائد اور آلامِ زمانہ سے محفوظ و مامون رکھے ہوئے ہے۔

روزنامہ الفضل کی صد سالہ تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس کی کامیابیوں اور کامرانیوں کے پس پردہ اصلی قوتِ متحرکہ نظام خلافت ہے جس کی ان گنت برکات سے جہاں احمدیت نے من حیث الجماعت اور افراد جماعت نے انفرادی سطح پر وافر حصہ پایا ہے۔ وہاں جماعتی اداروں نے بھی اپنی تنظیم کارکردگی اور اثرات، نتائج کے اعتبار سے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کی ہے۔ ایک عام فہم رکھنے والا شخص بھی اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ جماعتی ادارے خلیفہ وقت کے فیضان نظر سے انتہائی نامساعد حالات میں بھی ایک للٰہی مقصد کی تکمیل میں کس کامیابی سے خلیفہ وقت کے دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کی مساعی اور استعداد کار میں کہیں کوئی رخنہ نظر نہیں آتا اور اگر ہماری سستی اور غفلت سے کسی جگہ رخنے کے آثار پیدا ہونے لگتے ہیں تو خلیفہ وقت کی قوت قدسیہ اس پر اطلاع پاتی اور باریک بین نگاہ فوراً وہاں رسائی حاصل کر کے اس کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ گویا جماعت کا ہر ادارہ خلیفہ وقت کے مبارک وجود کا ایک حصہ ہے اور اس کی دھڑکنوں سے زندگی بخش توانائی حاصل کرتا ہے۔

روزنامہ الفضل جو آج ایک عظیم الشان ادارے کی صورت میں قائم ہے اور جسے بجا طور پر جماعت احمدیہ کی شاندار ترقیات کی عکس ریزی کا اعزاز حاصل ہے آج سے سو سال پہلے ایک فرد فرید کا خواب تھا۔ ایک ایسا خواب جس کی تعبیر نہایت پُر اثر اور دل خوش کن نتائج کی حامل تھی۔ لیکن راستے کی مشکلیں اور رکاوٹیں دامن گیر تھیں اور ان مشکلوں کے آسان اور رکاوٹوں کے دُور ہونے کی کوئی صورت بھی نظر نہ آتی تھی اخبار جاری کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ خلافت اولیٰ کے زمانے میں جماعت کی مالی حالت بھی اس لائق نہ تھی کہ ایک نئے اخبار پر اٹھنے والے اخراجات کا بار اٹھا سکتی۔ تب اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے جو اپنے پیارے بندوں کی خواہشوں کا مان رکھتا اور ان کا حامی و مددگار ہوتا ہے، اس خواب کو حقیقت میں بدلنے کا سامان پیدا فرما دیا۔ حضرت مصلح موعود اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کو ان لفظوں میں یاد فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں ......تحریک کی......انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنوئیں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو جو اس زمانے میں شاید سب سے بڑا مذموم تھا اپنے دو زیور مجھے دے دیئے۔ ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے اور دوسرے ان کے بچپن کے اپنے کڑے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کے استعمال کے لئے رکھے ہوئے تھے۔ میں زیورات کو لے کر اسی وقت لاہور گیا اور پونے پانسو کو وہ دو کڑے فروخت ہوئے۔ یہ ابتدائی سرمایہ ''الفضل'' کا تھا۔''

(الفضل 4 جولائی 1924ء ص 4)

اسی موقعہ پر حضور نے حضرت اماں جان کی اعانت خاص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''دوسری تحریک اللہ تعالیٰ نے حضرت (اماں جان) کے دل میں پیدا کی اور آپ نے اپنی ایک زمین جو قریباً ایک ہزار روپیہ میں بکی الفضل کے لئے دے دی۔''

(الفضل 4 جولائی 1924ء ص 5)

''الفضل'' کے لئے ابتدا میں اموال کی قربانی پیش کرنے والوں میں خواتین مبارکہ شامل تھیں۔ ان میں حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ، جنہیں تین خلفائے مسیح موعود سے بیٹی، بہن اور ماں کا نسبی شرف حاصل تھا، بھی الفضل کے اجرا میں شریک ہوئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 5/اگست 2011ء کے خطبہ جمعہ کے آخر میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

''قارئین الفضل حضرت مصلح موعود کی اس پیاری بیٹی اور میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھیں کہ الفضل کے اجرا میں گو بے شک شعور رکھتے ہوئے تو نہیں لیکن اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ نے بھی حصہ لیا...... اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ان کی دعائیں ہمیشہ ہمیں پہنچتی رہیں۔''

(الفضل 20 ستمبر 2011ء ص 7)

''الفضل'' کے لیے اس عدیم المثال قربانی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''الفضل'' اپنے ساتھ میری بے بسی کی حالت اور میری بیوی کی قربانی کو تازہ رکھے گا اور میرے لیے تو اس کا ہر ایک پرچہ گوناگوں کیفیات کا پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ بارہا وہ مجھے جماعت کی وہ حالت یاد دلاتا ہے۔ جس کا مستحق نہ میں اپنے پہلے سلوک کے سبب سے تھا نہ بعد کے سلوک نے مجھے اس کا مستحق ثابت کیا ہے۔ وہ بیوی جن کو میں نے اس وقت تک ایک سونے کی انگوٹھی بھی شاید بنا کر نہ دی تھی اور جن کو بعد میں اس وقت تک میں نے صرف ایک انگوٹھی بنوا کر دی ہے ان کی یہ قربانی میرے دل پر نقش ہے۔''

(الفضل 4 جولائی 1924ء ص 4)

فرمایا:

''اس حسن سلوک نے نہ صرف مجھے ہاتھ دیئے جن سے میں دین کی خدمت کرنے کے قابل ہوا اور میرے لیے زندگی کا ایک نیا ورق اُلٹ دیا بلکہ ساری جماعت کی زندگی کے لئے بھی ایک بہت بڑا سبب پیدا کر دیا......میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سامان پیدا نہ کرتا تو میں کیا کرتا اور میرے لیے خدمت کا کون سا دروازہ کھولا جاتا اور جماعت میں روز مرہ بڑھنے والا فتنہ کس طرح دور کیا جاسکتا۔''

(الفضل 4 جولائی 1924ء ص 5)

یہ الفاظ جہاں ایک طرف ''الفضل'' کے لئے مالی قربانی پیش کرنے والی اپنی بیوی کے لئے احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہیں وہاں جماعت کی زندگی اور اس کی ترقی کے لئے ''الفضل'' کو ایک بڑا سبب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ''الفضل'' کے ذریعے خدمت دین کا ایسا دروازہ کھلا جس میں وقت کے ساتھ کشادگی پیدا ہوتی گئی اور آج سو سال گزرنے کے بعد بھی یہ سلسلہ اپنی پوری شان و شوکت اور آن بان کے ساتھ جاری ہے۔

''الفضل'' کے اجرا سے قبل حضرت مصلح موعود نے ایک پراسپکٹس شائع فرمایا جس میں آپ نے اس اخبار کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کے مندرجہ ذیل دس اغراض بیان فرمائے۔

1۔ مذہب (دین حق) کی خوبیوں کو مخالفین کے سامنے پیش کرنا۔ قرآن شریف کے کمالات سے آگاہ کرنا۔

2۔ حضرت صاحب کی تعلیم اور آپ کی جماعت کی خصوصیات کو لوگوں پر ظاہر کرنا۔

3۔ جماعت کو مذہب...... سے واقف کرنا اور ہر قسم کی بدعات اور رسومات کی ظلمتوں سے نکالنے کی کوشش کرنا اور اخلاق کی درستی کی طرف توجہ دلانا۔

4۔ تاریخ اسلام کے ان مفید حصوں کو شائع کرنا جن سے ہمت، استقلال، قربانی، جرأت، ایثار، ایمان، وفاداری وغیرہ فضائلِ حسنہ میں ترقی کی تحریک ہو۔

5۔ تعلیم کی ترغیب دینا اور اس کے لیے مفید تجاویز پیش کرنا۔

6۔ (دعوت الی اللہ) کی ترغیب دینا۔ اس کے لئے ذرائع تلاش کرنا اور مخالفین کی تبلیغی کوششوں سے آگاہ کرنا۔

7۔ سیاست میں جماعت کو ان اصولوں پر چلنے کی تعلیم دینا جن پر حضرت صاحب قوم کو چلانا چاہتے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح چلانا چاہتے ہیں اور گورنمنٹ کی وفاداری کی تعلیم دینا۔

8۔ ضروری مفید اخبار کی واقفیت بہم پہنچانا جن سے عموماً خبروں کے لئے اور کسی اخبار کی احتیاج نہ رہے خصوصاً عالم اسلام کی خبروں سے آگاہ کرنا۔

9۔ احمدی جماعت میں آپس میں میل ملاپ واقفیت کے بڑھانے اور مرکزی حیثیت میں ملانے کی کوشش کرنا۔

10۔ صنعت و حرفت، تجارت وغیرہ کے متعلق اور ایجادات جدیدہ کے متعلق بقدر امکان واقفیت بہم پہنچانا۔

(اخبار فضل کا پراسپکٹس، انوار العلوم، جلد 1 ص 440)

حضرت مصلح موعود نے ''الفضل'' کے اجرا کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے مشورہ لیا تو آپ نے درج ذیل الفاظ میں تحریر فرمایا:

''ہفتہ وار پبلک اخبار کا ہونا بہت ہی ضروری ہے۔ جس قدر اخبار میں دلچسپی بڑھے گی خریدار خود

بخود پیدا ہوں گے۔ہاں تائید الٰہی ،حسن سنت، اخلاص اور ثواب کی ضرورت ہے۔ زمیندار، ہندوستان، پیسہ اخبار میں اور کیا اعجاز ہے؟ وہاں تو صرف دلچسپی ہے اور یہاں دعا،نصرت الٰہیہ کی اُمید بلکہ یقین۔توکلاً علی اللہ کام شروع کردیں۔‘‘

نورالدین دستخط

(اخبار فضل کا پراسپکٹس،انوارالعلوم جلد1 ص441)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی اس تحریر کو پراسپکٹس میں درج کرنے کے بعد حضرت مصلح موعود نے رقم فرمایا کہ:

’’اس تحریر کو پڑھ کر کوئی شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ ایک ایسے اخبار کی ضرورت ہے اس لئے بموجب ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح توکل علی اللہ اس اخبار کو شائع کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ہمارا کام کوشش ہے برکت اور اتمام خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن چونکہ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے اس لئے اس کی مدد کا یقین ہے۔بے شک ہماری جماعت غریب ہے لیکن ہمارا خدا غریب نہیں ہے اوراس نے ہمیں غریب دل نہیں دیئے۔پس میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت اس طرف پوری توجہ کرے گی اور اپنی بے نظیر ہمت اوراستقلال سے کام لے کر جو وہ اب تک ہر کام میں دکھاتی رہی ہےاس کام کو بھی پورا کرنے کی کوشش کرے گی۔‘‘

(اخبار فضل کا پراسپکٹس،انوارالعلوم جلد1 ص442)

پراسپکٹس میں اخبار کے بارے میں یہ اطلاع بھی درج ہے کہ اسے گورنمنٹ کی شرائط کو پورا کرنے کے بعد ان شاء اللہ ماہ جون (1913ء) کی کسی تاریخ کو شائع کیا جائے گا۔ نیز یہ بارہ صفحات پر مشتمل ہوگا اوراس کی قیمت چار روپے سالانہ ہوگی جو پیشگی وصول کی جائے گی۔اس کے ایڈیٹر مرزا محمود احمد ہوں گے۔خط کتابت کے لئے قاضی محمد ظہور الدین اکمل قادیان ضلع گورداسپور کا پتہ درج ہے۔اس کے علاوہ اخبار کے نام کے حوالے سے بھی۔یہ صراحت موجود ہے کہ اخبار کا نام ’’فضل‘‘ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے رکھا ہے۔(بعد میں یہ نام ’’الفضل‘‘ ہوگیا)

(اخبار فضل کا پراسپکٹس،انوارالعلوم جلد1 ص442)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بالآخر وہ مبارک ساعت آگئی جب 18 جون 1913ء کو ہفتہ وار’’الفضل‘‘ کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔یہ اخبار 26x20/4 سائز کے 16 صفحات پر مشتمل تھا۔اس کے سرورق پر حضرت مصلح موعود کا نام نامی بطور ایڈیٹر شائع ہوا۔اخبار کے پروپرائیٹر، پبلشر اور پرنٹر کی حیثیت سے حضور ہی کا نام لکھا گیا۔اس شمارے کی خاص بات حضرت مصلح موعود کی دل سوز اور جاں گداز دعاؤں اور مناجاتوں پر مبنی وہ دعائیں ہیں جو دل پر خاص اثر کرتی ہیں اور خدا کے اس پاک بندے کے عظیم ارادوں اور بلند عزائم کی مظہر ہیں۔

20 مارچ 1914ء تک الفضل حضرت مصلح موعود کی زیر ادارت شائع ہوتا رہا۔اس دوران میں جلسہ سالانہ 1913ء کے موقع پر 26,27,28 دسمبر کو اس کا روزانہ لوکل ایڈیشن شائع ہوا۔حضرت مصلح موعود کے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا نام بطور ایڈیٹر شائع ہونے لگا۔ یہ نام 27/اگست 1914ء تک شائع ہوتا رہا۔پھر یہ ذمہ داری حضرت قاضی ظہور الدین صاحب اکمل کے سپرد ہوئی جو آغاز ہی سے الفضل کے سٹاف میں شامل تھے۔ان کے بعد ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی کا ایڈیٹر کے طور پر تقرر ہوا لیکن وہ کمزوری صحت کی بنا 12 جنوری 1916ء کو ایڈیٹر کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئے۔ان کے بعد حضرت مولانا محمد اسمٰعیل فاضل حلالپوری نے ادارتی فرائض ادا کیے۔پھر دوبارہ یہ ذمہ داری حضرت قاضی ظہور الدین صاحب اکمل کے کندھوں پر ڈالی گئی۔جو 4 جولائی 1916ء تک ادارت سے وابستہ رہے۔اس کے بعد خواجہ غلام نبی صاحب کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔انہوں نے 1946ء تک تیس برس تک یہ کام سرانجام دیا۔مکرم خواجہ غلام نبی صاحب کے سبکدوش ہونے کے بعد مکرم شیخ روشن دین صاحب تنویر الفضل کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔

1947ء میں قیام پاکستان کے بعد ہجرت کے نتیجے میں الفضل قادیان سے لاہور منتقل ہو گیا۔تقریباً سات برس تک الفضل لاہور سے شائع ہوتا رہا۔مرکز احمدیت ربوہ کے قیام کے بعد الفضل 31 دسمبر 1954ء کو ربوہ سے شائع ہونے لگا۔اس موقع پر حضرت مصلح موعود اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے جماعت احمدیہ کے نام خصوصی پیغامات بھی شائع ہوئے۔حضرت مصلح موعود نے اپنے پیغام میں فرمایا:

’’آج ربوہ سے اخبار شائع ہورہا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کا ربوہ سے نکلنا مبارک کرے۔اس کو اپنے صحیح فرائض ادا کرنے کی توفیق دے۔اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہئے اور اپنے اخبار کے مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ آپ کو ان امور پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔‘‘

(الفضل 31 دسمبر 1954ء)

مکرم شیخ روشن دین صاحب تنویر خلافت ثالثہ کے عہد تک الفضل کے ایڈیٹر رہے۔ان کے بعد مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی کے سپرد الفضل کی ادارت ہوئی۔خلافت رابعہ کے دور میں مولانا نسیم سیفی صاحب کو الفضل کی ادارت پر مامور کیا گیا۔وہ 10 مارچ 1998ء تک یہ ذمہ داری ادا کرتے رہے۔اس دوران انہیں قیدو بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ ان کے بعد عبدالسمیع خاں صاحب کو الفضل کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔وہ تا دمِ تحریر نہایت خوش اسلوبی سے یہ ذمہ داری ادا کررہے ہیں۔

’’الفضل‘‘ نے ایک ہفت روزہ اخبار کے طور پر اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔جنوری 1916ء سے جون 1924ء تک یہ ہفتہ میں 2 یا 3 بار شائع ہوتا رہا۔ 31 جولائی 1924ء سے ہفتہ میں تین بار شائع ہونے لگا۔جو 8 دسمبر 1925ء تک جاری رہا۔11 دسمبر 1925ء سے اسے دوبارہ ہفتہ میں دو بار کردیا گیا۔15/اپریل 1930ء کو ہفتہ میں چار بار شائع ہونے لگا۔

5 فروری 1935ء کو الفضل کے روزانہ کرنے کا اعلان ہوا۔لیکن حکومت کے تاخیری حربوں کی وجہ سے 8 مارچ 1935ء کو روزنامہ الفضل کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔چنانچہ تب سے آج تک یہ ایک روزنامہ کے طور پر شائع ہورہا ہے۔

7 جنوری 1994ء کو الفضل کا ہفتہ وار ایڈیشن لندن سے شائع ہونا شروع ہوا۔اس کے پہلے ایڈیٹر چوہدری رشید احمد صاحب تھے۔ان کے بعد نصیر احمد قمر صاحب اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے جو تاحال بڑی تندہی سے یہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

’’الفضل‘‘ نے اپنی سو سالہ زندگی میں بے شمار نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ اہل صحافت یہ بات جانتے ہیں کہ کسی اخبار کا آغاز کرنا آسان ہوتا ہے لیکن ایک تسلسل اور مستقل مزاجی کے ساتھ اسے جاری رکھنا مشکل ہوتا ہے۔یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اوراس کا احسان ہے اور خلفائے احمدیت کی دعائیں ہیں کہ حضرت مصلح موعود نے متضرعانہ دعاؤں کے ساتھ آغاز کیا ہوا یہ اخبار آج بھی بھرپور توانائی کے ساتھ زندہ ہے اوران شاء اللہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔بیسویں صدی کے پہلے اور دوسرے دہے میں ’’الفضل‘‘ کے ہم عمر کئی اخبار جاری ہوئے اور آغازِ سفر ہی میں ساتھ چھوڑ گئے۔لیکن ’’الفضل‘‘ کے دامن میں خلفائے احمدیت کی دعاؤں کا جو خزانہ تھا اس میں برابر اضافہ ہوتا گیا اور یہ خلافت احمدیہ کی پُرشوکت آواز بن کر دلوں پر دستک دیتا رہا اور تشنہ روحوں کی سیرابی کا سامان فراہم کرتا رہا۔

’’الفضل‘‘ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اسے خلافت احمدیہ کی پوری تاریخ کو اپنے صفحات میں محفوظ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ خلفائے حضرت مسیح موعود کے پیغامات اور ہدایات کو افراد جماعت تک پہنچانے۔خطبات جمعہ اور تقاریر کو لفظ بہ لفظ قلم بند کر کے شائع کرنے اورانہیں محبانِ احمدیت تک پہنچانے۔خلفاء وقت کی مصروفیات اور مجالس عرفان کی تفاصیل رپورٹ کرنے جیسے اَن تھک کام ’’الفضل‘‘ ہی نے سرانجام دیئے۔حضرت مسیح موعود کی تحریروں اور ملفوظات کو موضوعی انتخاب کے ساتھ احباب جماعت تک پہنچانے کا کام بھی ایک تسلسل کے ساتھ الفضل نے گزشتہ سو سال کے دوران میں انتہائی محنت سے سرانجام دیا۔اور جماعت کی تاریخ میں الحکم اور بدر کے بعد سب سے اہم اور مستند حوالہ ’’الفضل‘‘ ہی کا قرار پایا جماعتی لٹریچر لکھنے اور تحقیقی امور سرانجام دینے میں ’’الفضل‘‘ بہت بنیادی مآخذ ہے۔

حضرت مصلح موعود کے ان الفاظ کی صداقت کو ہر اہل علم شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے۔آپ نے فرمایا:

’’آج لوگوں کے نزدیک الفضل کوئی قیمتی چیز نہیں مگر وہ دن آرہے ہیں اور وہ زمانہ آنے والا ہے جب الفضل کی ایک جلد کی قیمت کئی ہزار روپیہ ہوگی لیکن کوتہ بین نگاہوں سے یہ بات ابھی پوشیدہ ہے۔‘‘

(الفضل 28 مارچ 1946ء)

یہ ’’الفضل‘‘ کا اعجاز ہے کہ وہ ہماری زندگیوں میں اس حد تک دخیل ہوگیا ہے کہ تعطیل کے روز اس کی غیر حاضری کھٹکتی اور کسی کمی کا احساس دلاتی ہے۔اس کے علمی،ادبی،روحانی اور تربیتی مضامین دامنِ دل کھینچتے اور ذہن و دماغ کے دریچے کھولتے ہیں۔اس میں شائع ہونے والی منظومات کیفیت و احساس میں لرزش پیدا کرتیں اور جذبوں کو مہمیز کردیتی ہیں اور سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ ’’الفضل‘‘ خلیفہ وقت اور افراد جماعت کے باہمی تعلق محبت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کا باعث ہے۔جماعت کے بزرگوں اوراہل علم سے ملاقات کا موقع بھی ’’الفضل‘‘ کے صفحات فراہم کرتے ہیں۔’’غرض الفضل‘‘ کی کن کن خوبیوں اور صفحات کا ذکر کیا جائے۔

یہ بجائے خود وہ آئینہ ہے جس میں خلافت کا حسین چہرہ منعکس ہوتا اور ہماری آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خلافت کے زیر سایہ یہ صحیفۂ نو بہار سدا حرف ومعنی کے پھول بکھیرتا رہے۔یہ محفل دل افروز سدا سجی رہے اور اس کے بنانے اور سنوارنے والے ہم سب کی دعاؤں اور شکریہ کے مورد بنتے رہیں۔

روس کا اخبار۔ پراودا

روس کا مشہور روزنامہ کمیونسٹ پارٹی کا ترجمان، 5 مئی 1912ء میں لینن گراڈ سے جاری ہوا تھا جس کا نام اس زمانے میں سینٹ پیٹرز برگ تھا (بعد میں پیٹروگراڈ اور آخر میں لینن گراڈ نام رکھا گیا)۔ لینن اس اخبار کا بانی تھا۔ بعدازاں 1917ء میں کمیونسٹ یا بالشویک برسر اقتدار آگئے تو یہ ماسکو سے جاری ہوا اور اب وہیں سے شائع ہوتا ہے۔روسی زبان میں پراودا کا مطلب سچائی ہے۔ امریکہ کے ممتاز صحافی والٹر سکاٹ نے اس اخبار کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے کہا کہ ماسکو کے قارئین پراودا کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں کوئی سچی خبر نہیں ہوتی۔

مکرم صفدر نذیر گولیکی صاحب

روزنامہ الفضل اور ہماری روزمرہ کی زندگی

روزنامہ الفضل خلفاء سلسلہ اور بزرگان سلسلہ کے مضامین، ارشادات وغیرہ کے علاوہ روزمرہ زندگی سے متعلقہ اعلان شائع کرتا ہے۔ اگر آپ ان پر غور و فکر نہیں کرتے تو ان کے بے شمار فوائد سے محروم ہیں۔ ان کی ایک مختصر جھلک پیش خدمت ہے۔

جماعتی اعلانات

نظام جماعت سے تعلق رکھنے والے دفاتر اور شعبہ جات کی طرف سے وقتاً فوقتاً اعلانات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جن میں مالی امور، طلبہ کے لئے معلومات، کاروبار، ملازمتوں کے مواقع، تعلیمی تربیتی اصلاحی وقف نو رشتہ ناطہ اور متعدد موضوعات پر مشتمل اعلانات شامل ہیں۔ جن سے احباب جماعت فائدہ اٹھاتے اور اپنے امور سر انجام دیتے ہیں۔ نظارت امور عامہ کی طرف سے جاری ہونے والی پریس ریلیز جس میں جماعتی موقف سے آگاہی کے لئے بیانات شامل ہوتے ہیں۔

تقریب آمین

حضرت مسیح موعود نے ایک بابرکت تحریک ''آمین'' جاری فرمائی اور قرآن کریم سے محبت بچپن سے ہی دلوں میں ڈال دی۔ جس بچے کی آمین کی تقریب ہوتی ہے اس کا اعلان بھی الفضل میں شائع ہوتا ہے یہ تاریخ کا حصہ بننے کے ساتھ ساتھ بچے کی خوش قسمتی بھی ہوتی ہے۔

ایم ٹی اے کے پروگرام

جب سے ہمارا ایم ٹی اے شروع ہوا ہے الفضل اپنی پوری ذمہ داری سے پاکستانی وقت کے مطابق اس کے پروگرام شائع کر کے اردو سننے والوں اور جاننے والوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔

اسیران راہ مولا کے بارہ میں اعلانات

اسیران راہ مولا کیلئے مسلسل دعاؤں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

نکاح

الفضل میں شائع ہونے والے خوشی کے اعلانات میں سے نکاح کے اعلان سر فہرست ہوتے ہیں۔ مسلسل خلفاء سلسلہ کے خطبات نکاح بھی شائع ہو رہے ہیں۔

ولادت

جس کے ہاں بیٹا یا بیٹی پیدا ہوا اور اگر اس کا نام حضور انور از راہ شفقت رکھیں یا اہل خانہ خود رکھ لیں تو ان کے اعلانات شائع ہوتے ہیں ایک تو اطلاع ہو جاتی ہے اور دوسرا دعائیں بھی ملتی ہیں۔

کامیابی اور اعزاز

بچوں کی تعلیم کے کسی بھی میدان میں کامیابی کے اعلانات بھی شائع ہوتے ہیں۔ جس سے بچوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی تمنا پیدا ہوتی ہے اور دوسرا اس خاندان کے لئے ایک اعزاز ہوتا ہے۔

اعلانات دارالقضاء

دارالقضاء کی طرف سے یہ اعلانات باقاعدہ شائع ہوتے ہیں جس سے تقسیم جائیداد اور منتقلی جائیداد کا صاف شفاف نظام جاری ہے۔

وصایا

ایک نہایت عظیم الشان نظام نو میں شامل ہونے والے شخص کی وصیت جس پر اس نے مرتے دم تک عمل کرنا ہوتا ہے اس کا اعلان سیکرٹری کارپرداز کی طرف سے کسی احمدی کی طرف سے فارم وصیت موصول ہونے پر کیا جاتا ہے۔

فضل عمر ہسپتال میں ڈاکٹرز کی آمد

اہل ربوہ الفضل کے ذریعہ ہسپتال سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں مختلف بیماریوں کا علاج کرنے والے احمدی ڈاکٹرز صاحبان کچھ دن وقف کر کے جب ربوہ آتے ہیں تو ان کی آمد کی اطلاع الفضل کے ذریعے ہوتی ہے اور پھر ان سے بھرپور استفادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ہسپتال میں مختلف عوارض کے متعلق سیمینارز ہوتے ہیں اور عوام کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ ان کے اعلانات بھی الفضل میں شائع ہوتے ہیں۔

تبدیلی نام

نام کی تبدیلی کے اعلانات بھی شائع ہوتے ہیں جو اپنے ڈاکومنٹس کو درست کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

رخصتوں کے اعلانات

سکولز کالجز اور دفاتر میں رخصت کے اعلانات بھی شائع ہوتے ہیں جن سے بچوں اور بڑوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

ملازمتوں کے حصول

الفضل خدا کے فضل سے تمام جماعتی ادارہ جات میں نئی نئی آسامیوں سے متعلق جو اعلانات شائع کرتا رہتا ہے یہ عوام کی بہت بڑی خدمت ہے۔ احباب جماعت اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اعلانات پڑھ کر متعلقہ ادارہ سے رجوع کر کے ملازمت کے لئے بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

گمشدہ اشیاء

الفضل کے ذریعہ احباب اپنی گمشدہ اشیاء کے ملنے کا اعلان بھی کرواتے ہیں۔ اور گمشدہ اشیاء اگر کسی کو مل جائیں تو اس کا بھی اعلان ہوتا ہے ہر دو پہلو سے الفضل احباب کی مدد کرتا ہے۔

سانحہ ارتحال

جہاں الفضل ہماری خوشیوں میں شریک ہوتا ہے وفات یافتہ احباب کے بارہ میں بھی مسلسل آگاہی ہوتی ہے۔ ان کی مغفرت کے لئے بھی دعا کے ساتھ ساتھ ان سے رابطہ کر کے ان کو صبر اور حوصلے کی تلقین کی جاتی ہے۔

نماز جنازہ غائب

حضور انور جن مرحومین کا جنازہ غائب پڑھاتے ہیں۔ اس کی تفصیل بھی مختصراً شائع ہوتی رہتی ہے۔ جو لواحقین کے لئے صبر اور حوصلہ کو بڑھانے کا باعث بنتی ہے۔

بیماروں کے لئے اعلانات

مختلف جماعتوں کے احباب کے بیمار ہونے پر وہ خود یا ان کے قریبی عزیز یا دوست ان کی کامل شفاء یابی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

روزانہ کی خبریں

اس دور میں اخبارات کی بھرمار ہے۔ میڈیا آزاد ہے الفضل کی الگ شان ہے ملکی اور غیر ملکی معلوماتی اور اچھوتی خبریں جو کہ واقعی علم میں اضافے کا باعث بنتی ہیں اور جس سے حالات کا علم ہوتا ہے وہ پیش کرتا ہے۔

طلوع و غروب آفتاب کے اوقات

یہ چھوٹا سا اعلان ہر روز شائع ہوتا ہے اس کے بڑے فائدے ہیں۔ نمازوں کے اوقات مقرر کرنے میں یہ ممد ہوتا ہے۔ خاص طور پر نماز فجر اور نماز مغرب کے اوقات مقرر کرنے میں تو بہت ہی مفید ہے۔

کاروباری اشتہارات

اشتہارات کے ذریعہ سے اپنے کاروبار کو بڑھانے کا سلسلہ دنیا میں جاری ہے لیکن روزنامہ الفضل دنیا کے تمام اخبارات سے انوکھا ہے۔ آپ اشتہارات دیتے ہیں تو ان کی تحقیق ہوتی ہے اور امور عامہ کے ذریعہ باقاعدہ اجازت کے بعد شائع ہوتے ہیں۔

خرید و فروخت

جب کوئی احمدی اپنی زمین مکان یا جائیداد خریدنا یا فروخت کرنا چاہتا ہو تو بڑے اعتماد سے الفضل میں اعلان شائع کرواتا ہے اور الفضل تحقیق شدہ اعلان شائع کرتا ہے۔

100 سال قبل کا ایک اہم اعلان

''ضروری اطلاع'' کے عنوان سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے صفحہ 14 پر یہ اعلان شائع فرمایا:

''الفضل کا یہ پرچہ بہت سے دوستوں کے نام نمونہ کے طور پر بھی بھیجا جاتا ہے۔ امید کرتا ہوں کہ وہ اسے غور سے پڑھیں گے اور پڑھ کر اپنے دوستوں کو دکھائیں گے اور اس کے خریدار پیدا کرنے کی کوشش کر کے عنداللہ ماجور ہوں گے۔''

(الفضل 18 جون 1913ء)

اس میں تین باتیں بیان فرمائی ہیں۔

1۔ غور سے پڑھنا
2۔ پڑھ کر اپنے دوستوں کو دکھانا
3۔ خریدار پیدا کرنا

آج سو سال بعد بھی ان تینوں باتوں کی ضرورت ہے اور یہ ''ضروری اطلاع'' تمام احمدی احباب کے لئے ہے کہ آئیں تہیہ کریں کہ ان پر عمل کریں گے اور الفضل کے لئے آئندہ سو سال کا ہی نہیں بلکہ قیامت تک کا زاد راہ تیار کریں گے۔

مکرم نذیر احمد سانول صاحب

فیضان کلام احمد۔الفضل

اخبار الفضل اللہ جل شانہ رسول مقبول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے فیضان کو سو سال سے دنیا بھر میں پھیلانے والا جماعت احمدیہ کا واحد اخبار ہے۔ جو تعلیمی، مذہبی، تاریخی، تہذیبی، تمدنی امنگوں کا ترجمان بھی ہے۔علمی اور اخلاقی تعمیر میں مثبت کردار بھی ادا کر رہا ہے۔

اس کی پیشانی پر یہ عبارت شروع سے لکھی جارہی ہے (جواب قانونی پابندیوں کی وجہ سے ممکن نہیں)

ترجمہ: کہہ دے فضل تو یقیناً اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور اللہ بہت وسعت دینے والا اور بہت جاننے والا ہے۔وہ جسے چاہتا ہے (اسے) اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

(آل عمران 75,74)

انبیاء مرسلین و مامورین کی تشریف آوری کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور افضال کے دروازے کھل جاتے ہیں۔حضرت مسیح موعود کی آمد کے ساتھ خدا تعالیٰ کے بے شمار افضال نازل ہوئے ہیں۔ان افضال میں سے ایک فضل روزنامہ الفضل ہے۔حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا اثمار

(درثمین)

الفضل پوری دنیا کا نقشہ ہے

تحریر ایک خاموش آواز ہے اور قلم ہاتھ کی زبان ہے زبان سے نکلنے والے الفاظ میں جادو اور انقلاب ہوتا ہے اشعار حکمت و دانائی سے پر ہوتے ہیں۔اقوال کے اندر طوفان ہوتے ہیں مضامین کے اندر سمندر موجیں مارتے ہیں۔تقاریر کے اندر جوش ولولہ اور امنگ ہوتی ہے نصائح کے اندر تریاق محفوظ ہوتا ہے اور خطبات ارضی وسماوی خزائن کے منبع ہوتے ہیں اور ان سب کے معدن حافظ اور مالک سلسلہ کے رسائل جرائد اور اخبار ہوتے ہیں یہی اخبار ان خزائن کو ذخیرہ کرتے ہیں ان ذخائر میں سب سے عالی ذخیرہ الفضل ہے جس کی دھوم خلافت احمدیہ کی برکت سے چار دانگ عالم میں ہے الفضل پوری دنیا کا نقشہ ہے کل عالم اس میں سما گیا ہے۔اس کی لوح پر دنیا بھر کے مذاہب، تمدن، تواریخ، ممالک، شخصیات، کارنامے واقعات آویزاں ہیں جس کا جی جب چاہے پڑھ لے۔

اخباروں کی سرتاج

اے الفضل تو سدا آباد رہے گی! تیری پرورش ایک مقدس، عالی نسب و عالی مقام خاتون حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ اور ان کی پاک اولاد کے زیور سے ہوئی ہے۔تیری اٹھان میں نیک اور پارسا شخصیات کی محنت شامل ہے۔تیری نشوونما کی رکھوالی حضرت مسیح موعود کے رفقاء نے کی ہے۔جماعت کے صالحین نے تجھے اپنی متضرعانہ دعاؤں سے پروان چڑھایا ہے۔تیری آبیاری میں تابعین احمد کی آنکھوں کا گرم و پاکیزہ پانی ہے۔تیری بنیاد میں جاں نثاران حضرت مسیح موعود کی راتوں کی آہ وبکاء کا آب زلال ہے تیری شان ہمیشہ بڑھتی رہے گی تو دنیا بھر کی اخباروں کی سرتاج ہوگی۔

تو محبتوں کی سفیر ہے

اے الفضل تو قائم و دائم رہے گی تو نے صحافت کی دنیا میں صداقت کو شعار بنایا ہے اور جھوٹ کے خلاف علم بلند کیا ہے۔دنیائے صحافت میں قول سدید کو معیار بنایا ہے۔تو نے پیار ومحبت کو مخلوق خدا میں تقسیم کیا ہے تیرے مالک صاحب کردار ہیں۔تیرے خالق اہل وقار ہیں۔تیرے اسلوب پابند آئین وقانون ہیں۔تیرا پیغام تعمیری ہے تیری زبان اردو ہے۔تیرے ایڈیٹر اردو دان ہیں۔تیرے مدیران فہم وعقیل ہیں۔تیرے وکیل حسین و جمیل ہیں۔تیرے مشیر لائق و فائق ہیں، تیرے مدون کریم ہیں۔تیرے مبصر فہیم ہیں تیرے وقائع مبشر ہیں۔تیرے نامہ نگار تجربہ کار ہیں تیرے کارکن خوش اخلاق ہیں تیرا عملہ خوش گفتار ہے تیرے دربان شیریں کلام ہیں۔تیرے قاصد تابعدار ہیں تیرے پہرہ دار باخبر تیرے تقسیم کار دیانتدار ہیں۔

تیرے ناظر بلند خیال ہیں تیرے سامع پُر جلال ہیں۔تیرے خریدار صاحب ذوق ہیں تیرے قاری صاحب شوق ہیں تیرے اشتہار تحقیقی ہیں تیرے مشتہر حقیقی ہیں۔تیرے شاعر صادق القول ہیں۔تیرے قاضیوں میں جوش وخروش ہے تیری ردیفوں میں کامل ہوش ہے۔تیرے مصرعوں میں روانی ہے تیرے شعروں میں مستانی ہے۔

تیرے راقم محقق ہیں تیرے مضامین سچے ہیں۔تیرے مضمون نگار پکے ہیں تیری سرخیاں مہ جبیں ہیں، تیرے حوالے اصل ہیں تیرے اقتباس سچی نقل ہیں۔تیرے نقطوں میں رموز ہیں، تیرے حرفوں میں ثبوت ہیں تیرے فقروں میں جوانی ہے تیری سطروں میں جولانی ہے تیرے متن میں مٹھاس ہے تیرے کلمات میں حلاوت ہے تیرے اختتامیہ میں کمال ہے یہی اس کا جمال ہے۔

تیرے مصور باکمال ہیں تیرے فوٹو خوش اشکال ہیں تیری تصویریں دلنشین ہیں۔تیری تصویریں قابل دید ہیں تو محبتوں کا سفیر ہے تو پیاری اخبار ہے اہل علم تیرے پرستار ہیں۔

عطیہ رب ذوالجلال

اے الفضل تو قیامت تک شاداب رہے گی تو ہمارے پیارے مہدی کے جگر گوشے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعود کا خیال ہے تیری ابتداء مثیل مسیح موعود کے زور آور قلم و کلمات طیبات سے ہوئی ہے۔تو کبھی نہیں مرجھائے گی تیرا نام قدرت ثانیہ کے مظہر اول نے خدائی بشارت سے رکھا ہے۔اے الفضل تو کبھی ویران نہ ہوگی تجھے مسیح زمان مہدی دوراں کے پانچ خلفاء کرام کے خطبات کو اپنے صفحات کی زینت بنانے کا فخر حاصل ہے۔تو خوش نصیب ہے تجھے خلفاء مسیح موعود نے لمس فرمایا ہے۔تو سدا پھولتی پھلتی رہے گی تو علماء کی آنکھ کا تارا ہے۔تو ہمیشہ تابندہ رہے گی تو نے اپنے لکھاریوں کو بلند نام، شعراء کو نامدار اور مصنفین کو نامور کیا ہے۔تیرا وجود قائم رہے گا تیرے قاری و پرستار عاشق اور چاہنے والے دنیا بھر میں موجود ہیں۔تو دنیا میں عطیہ ربّ ذوالجلال ہے۔

تیرا نام عزت سے پکارا جائے گا

اے الفضل تیری نصرت آسمان سے ہوتی رہے گی تو نے خالق کائنات کی توحید کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچایا ہے۔قرآن پاک کی پیاری من بھانوری تعلیم کو اکناف عالم پر روشن کر دیا ہے۔اے الفضل تیری پاسبانی خدائے عرش کرتا رہے گا تو نے اللہ جل شانہ وعزاسمہ کے محبوب نبیوں کے سردار ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوبصورت و پیارا نام خطہ ارض کے باشندوں پر روشن کر دیا ہے۔تو ہمیشہ زندہ رہے گی تو نے دین حق کی پرامن اور اعلیٰ تعلیم کو بنی نوع انسان تک پہنچا دیا ہے۔تیرے ذریعہ احادیث النبیؐ واقوال الرسولؐ اور سیرت محمدیہؐ کا ہر پہلو جگمگا رہا ہے۔تیرا نام عزت سے پکارا جاتا رہے گا تو نے خدائے ذوالجلال کے پیارے مہدی و مسیح موعود کی تحریر، تقریر اور تعلیم کو کل جہان میں پھیلا دیا ہے۔

تیرے دامن میں بزرگوں کی دعائیں ہیں

اے الفضل تو پاک لوگوں کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔تیرے دامن میں مقدس بزرگوں کی دعائیں ہیں۔تیری جڑیں تحت الثریٰ میں پیوست رہیں گی۔تیرا مضبوط بلند وبالا شمشاد تنا آسمان کی وسعتوں کو چھوتا رہے گا۔تیری سرسبز و شاداب خوبصورت شاخیں ہر ملک ہر شہر اور ہر گھر میں ہوں گی۔تیری دیدہ زیب کونپلیں لحہ بہ لحہ تمام نزاکتوں کے ساتھ پھوٹتی رہیں گی۔تیرے ہرے بھرے دلکش پتوں کی سرسراہٹیں کانوں کو مسحور کرتی رہیں گی۔تیرے درخت وجود کی حسین وجمیل رنگین کلیاں دلوں کو لبھاتی رہیں گی۔تیرے من پسند پھولوں کی خوشبوئیں اذھان کو معطر کرتی رہیں گی۔تیرے شیریں رس بھرے پھل زبانوں کو مٹھاس اور روحوں کو توانائی بخشتے رہیں گے۔تیرے مغز اور میوے دلوں کو فرحت اور دماغوں کو طراوت عطا کرتے رہیں گے۔

اے الفضل تو سدا بہار ہے سدا بہار رہے گی۔تجھ پر کبھی خزاں نہیں آئے گی۔تیرا ٹھنڈا ٹھنڈا سایہ سارے عالم پر سایہ فگن رہے گا۔انشاء اللہ

مکرم نسیم احمد بٹ صاحب

الفضل سے وفا

خاکسار کے والد محترم کا نام مکرم عبدالرشید ابن مکرم محمد رفیع بٹ صاحب تھا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے دادا جان پیدائشی احمدی تھے۔والد محترم کی پیدائش گورداسپور میں 1936ء میں ہوئی۔تقسیم پاکستان کے بعد یہ خاندان سمندری ضلع فیصل آباد میں آکر آباد ہوگیا۔

محترم والد صاحب 1959ء میں ربوہ آگئے۔والد صاحب کی پہلی تقرری مورخہ 14 جنوری 1946ء کو تعلیم الاسلام کالج میں بطور مددگار کارکن کے ہوئی۔پھر بعد میں آپ کا تقرر دفتر الفضل میں ہوگیا۔قریباً 32 سال جماعتی ادارہ جات کی خدمت کے بعد محترم والد صاحب 14 مارچ 1996ء میں ریٹائر ہوگئے۔دوران ملازمت اپنے فرائض کو نہایت ذمہ داری اور پوری لگن سے سرانجام دیتے رہے۔

مورخہ 9 جولائی 2011ء کو آپ مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔آپ کو سلسلہ کی ذمہ داریوں سے اتنی وفا تھی، جس کی مثال میں صرف ایک چھوٹا سا واقعہ تحریر کر دیتا ہوں۔جس روز ہماری والدہ کی وفات ہوئی تدفین سے واپس آنے کے بعد جبکہ بہت سے رشتہ دار اور دیگر احباب تعزیت کے لئے آئے ہوئے تھے پوچھنے لگے کہ محترم عبدالرشید بٹ صاحب کہاں ہیں جس کے جواب میں انہیں بتایا گیا کہ وہ تو اخبار الفضل گھروں میں تقسیم کرنے کے لئے چلے گئے ہیں کیونکہ ربوہ میں کچھ گھروں میں اخبار الفضل پہنچانا ان کے فرائض میں شامل تھا۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے والد محترم کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔آمین

الفضل کے چار ایڈیٹر

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ روشن دین تنویر صاحب۔ مسعود دہلوی صاحب۔ نسیم سیفی صاحب

مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار کو الفضل کے چار ایڈیٹروں سے قربت اور استفادہ کا موقع ارزانی ہوا۔ الحمدللہ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، محترم روشن دین تنویر صاحب، بھائی مسعود احمد خاں دہلوی اور قبلہ محترم نسیم سیفی صاحب۔ اب چاروں ہی اس دنیا میں نہیں ہیں مگر میرے دل میں ان بزرگوں کا احترام اور ان کے علم سے مستفید ہونے کی احسان مندی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اب جو الفضل نے اپنے صد سالہ نمبر کا اعلان کیا ہے تو ان بزرگوں کے احسانات پیہم کا ذکر کرنے کو جی چاہتا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

1952ء میں میٹرک کے امتحان میں خاکسار کی سیکنڈ ڈویژن تھی اس لئے کسی وظیفہ کی توقع بے جا تھی قبلہ والد گرامی واقف زندگی کارکن تھے اور انہی دنوں ہم والدہ محترمہ اور دادی جان اور پھوپھی کی وفات کے صدمہ سے دوچار ہوئے تھے گھر کے مالی حالات کسی صورت میں اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ ہماری اعلیٰ تعلیم کے بارے میں کچھ سوچا بھی جائے۔ حسن اتفاق کہ ادھر نتیجہ نکلا ادھر انجمن کے دفاتر میں محررین کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ ہم انجمن کے کارکن بن گئے۔ ہمارے ساتھ جو دوسرا کارکن ''داخل دفتر'' ہوا وہ برادر مکرم ملک فضل الٰہی تھا۔ ہم نور ہسپتال میں متعین کئے گئے فضل الٰہی دفتر مال میں مقرر ہوا۔ کچھ مہینوں کے بعد ہمیں ہسپتال سے فراغت کا پروانہ مل گیا جس کا ذکر میں کئی مضامین میں کر چکا ہوں۔ ہسپتال سے اچانک فراغت کے بعد ہمیں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے دفتر میں جگہ ملی اور حضرت مرزا بشیر احمد کی مکتوب نویسی کی خدمت ہمارے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی۔ سکول کے زمانہ سے حضرت ماسٹر نذیر احمد رحمانی نے ادب کی چاٹ لگا دی تھی۔ حضرت میاں صاحب کی محرری نے اس کو صیقل کر دیا۔ حضرت میاں صاحب کا طریق تھا کہ کوئی خط لکھوانے کے بعد اسے دوبارہ پڑھوا کر سنتے تھے بلکہ دستخط کرنے سے قبل بھی اس پر ایک نگاہ ڈال لیتے تھے کہ کوئی لفظ، کوئی حرف، کوئی شعشعہ رہ تو نہیں گیا یا غلط تو نہیں۔ مضامین کے باب میں تو ان کی طبیعت از حد محتاط تھی لکھواتے وقت بھی بڑی سوچ بچار کے بعد فقرہ لکھواتے تھے۔ **فرمایا کرتے تھے کہ لکھنا بڑا مشکل کام ہے اور چھپوانا اس سے بھی زیادہ مشکل۔ آج آپ جو بات لکھ دیں گے اور وہ چھپ جائے گی بعد کے آنے والوں کے لئے وہ سند بن جائے گی لوگ اس کو حوالہ کے طور پر پیش کیا کریں گے۔** مضامین حتی الوسع خود اپنے قلم سے تحریر فرماتے تھے مگر اواخر عمر میں بیماری اور کمزوری کی وجہ سے لکھوانے لگے تھے۔ مجھ سے قبل مولوی بشیر احمد صاحب سیالکوٹی کو لکھواتے تھے وہ ماشاء اللہ خوب منجھے ہوئے آدمی تھے۔ میں ان کے مقابلہ میں بالکل بچہ تھا مگر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے حضرت میاں صاحب کے اعتماد پر پورا اترتا رہا۔ مضمون لکھوانے کے بعد اتنی بار اس کو پڑھواتے کہ بعض اوقات طبیعت گھبرانے لگتی کہ میاں صاحب کو اپنے لکھے کو بار بار سننے کا شوق کیوں ہے؟ مگر وہ شوق نہیں تھا احتیاط تھی۔ وہ صاحب حزم تھے اور احتیاط ان کی زندگی کے ہر پہلو میں ملحوظ رہتی تھی۔ لکھنا تو صرف ایک پہلو تھا وہ چلتے بھی احتیاط سے تھے باتیں بھی حد درجہ احتیاط سے کرتے تھے۔ کھانے پینے میں تو لوگ احتیاط کرتے ہی ہیں اور اسے پرہیز کا نام دیتے ہیں میاں صاحب پرہیز کے معاملہ میں مزید احتیاط روا رکھتے تھے۔

جن دنوں خاکسار ان کی خدمت میں حاضر رہتا تھا ان کی بیگم صاحبہ سیدہ سرور سلطان بیگم ام مظفر کی طبیعت ناساز تھی ان کے کھانے پینے کے لئے جو چیز آتی تھی خود ملاحظہ فرما کر اس کی منظوری دیتے تھے۔ یہی حال اپنے خورونوش کے باب میں تھا۔ چیز صاف ستھری ہو پھل بے داغ ہو زیادہ پکا ہوا نہ ہو روٹی جلی ہوئی نہ ہو۔ کئی بار ایسا ہوا کہ اپنے محرر کے لئے کھانے کو کوئی چیز منگوائی مگر اس کو ملاحظہ فرما کر واپس کر دی کہ ٹھیک نہیں بدل کر لاؤ۔ ان کا خادم بشیر ان کا مزاج دان تھا اس لئے باہر جو کچھ آتا تھا اس کی نگاہ سے گزر کر آتا تھا مگر میاں صاحب مزید احتیاط سے اس کو دیکھ لیتے تھے پھر مہمان کو دیتے تھے۔ میں ان جزئیات کا بیان اس لئے کر رہا ہوں کہ اس سے ان کی اس عادت کا پتہ چلتا ہے کہ جو شخص ایک عارضی چیز کے لئے اتنا محتاط ہے (اور کھانا پینا عارضی چیز ہی تو ہے کہ ادھر کھایا ادھر ہضم ہوا) وہ مستقل رہ جانے والی چیز کے لئے کتنا محتاط ہوگا۔ اور انگریزی محاورہ کے مطابق ''کولڈ پرنٹ'' میں چھپی ہوئی چیز کے بارے میں تو اب لوگ جان گئے ہیں کہ اس کی قدر و قیمت کتنی اور کیسی ہوتی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ لوگ کہتے تھے روزانہ اخبار کی زندگی ایک دن کی ہوتی ہے کل وہ اخبار تازہ نہیں رہتا باسی ہو جاتا ہے مگر جن اخباروں کو نسلوں کے لئے محفوظ رہنا اور رکھنا ہو ان میں لکھنا حد درجہ کی احتیاط کا متقاضی ہے اور حضرت میاں صاحب اس بات پر پوری طرح عمل پیرا تھے۔

مجھے یاد ہے کہ اپنے مضمون کے بعض الفاظ پر سرخ روشنائی سے نشان لگوا دیتے تھے کہ یہ لفظ جلی کر کے نمایاں کر کے لکھا جائے۔ اسی طرح بعض فقرات کے نیچے لکیر ڈلوا دیتے تھے کہ یہ فقرے احتیاط سے کتابت کئے جائیں۔ ان کے فقرے مختصر مگر جامع ہوتے تھے واضح اور دوٹوک۔ اگر کہیں ذرا سا بھی ابہام کا احساس ہوتا تو فوراً سارا فقرہ بدل دیتے۔ محاوروں کے بارے میں بہت محتاط تھے کئی بار مجھے حضرت حافظ مختار احمد شاہجہان پوری کی خدمت میں بھیجا کہ فلاں محاورہ کن موقعوں پر استعمال ہوتا ہے کن موقعوں پر استعمال نہیں ہوتا۔ استفسار ہمیشہ لکھ کر کرتے تھے مبادا بیان کرنے میں کوئی کمی رہ جائے حضرت حافظ صاحب بھی ان کے مزاج دان تھے جواب ہمیشہ لکھواتے تھے۔ میں نے زبان کی باریکیاں جتنی میاں صاحب سے سیکھی ہیں کسی اور استاد سے نہیں سیکھیں۔ مثلاً اوپر میں نے سرخ روشنائی لکھا ہے۔ ہوا یوں کہ میں نے بات کرتے ہوئے کہہ دیا کہ آپ کے قلم میں سرخ سیاہی ختم ہوگئی ہے۔ حضرت میاں صاحب نے خندہ فرمایا فرمانے لگے عزیزم! سیاہی تو صرف سیاہی ہوتی ہے نیلی اور سرخ رنگ کی روشنائیاں ہوتی ہیں یہ کہو کہ سرخ روشنائی ختم ہوگئی ہے۔

اسی طرح ایک مشہور اور زبان زد عام محاورہ ہے **عش عش کرنا**۔ دلی والے اسے اش اش کرنا لکھتے ہیں۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا **یہ محاورہ دراصل عِش عِش ہے جس کا لفظی مطلب ہے جیتے رہو یعنی یہ محاورہ دعائے تحسین ہے۔** اب لوگوں نے اسے کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے۔ حضرت میاں صاحب غلط العام اور غلط العوام کے فرق کو ہمیشہ مدنظر رکھتے تھے اور مجتنب و محتاط رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ اگر ہم جیسے بے بہرہ شخص کو ان کی رہنمائی میسر نہ آتی تو ہمیں قلم پکڑنے کا سلیقہ کہاں سے آتا؟ پچھلے بیس تیس برس سے نثر لکھنے کی طرف میری زیادہ توجہ بھی محض اس وجہ سے ہے کہ حضرت میاں صاحب نے نثر لکھنے کی اہمیت سے روشناس کروا دیا تھا۔ **فرماتے تھے شعر ضرور کہو مگر جو پائیداری نثر میں ہے وہ نظم میں نہیں۔** نظم پڑھنے والوں کو وقتی طور پر تیزی سے متاثر کرتی ہے مگر کوئی پائیدار چیز لکھنا چاہتے ہو تو نثر کے ساتھ رابطہ استوار رکھو۔ اب آ کر میاں صاحب کی اس بات کی سمجھ آئی ہے۔ حضرت میاں صاحب کے اتنے احسانات ہیں کہ ان کا بیان ممکن نہیں۔ مگر دوسرے ایڈیٹروں کا بھی تو حق ہے کہ ان کا ذکر خیر کروں۔

روشن دین تنویر صاحب

الفضل سے براہ راست رابطہ تنویر صاحب کے زمانے میں ہوا۔ تنویر صاحب احمدی ہوئے تو وکالت ترک کر کے قادیان آ گئے اور آتے ہی الفضل کے ایڈیٹر مقرر ہوگئے۔ اپنے وقت کے مانے ہوئے شاعر تھے اور ادبی پرچوں میں چھپتے اور پڑھے جاتے تھے۔ نیرنگ خیال، ادبی دنیا جیسے پرچوں میں ہماشما کا کلام نہیں چھپتا تھا جید شعرا چھپتے تھے۔ ہمارے تنویر صاحب انہی شاعروں میں شمار ہوتے تھے۔ نثر لکھنے کا شوق بھی تھا اور علمی مضامین کی طرف توجہ تھی اسی توجہ کی وجہ سے جماعت کے خلاف لٹریچر پڑھتے اور مضامین لکھتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی تو جماعت کے حق میں لکھنے لگے اور ایسے مضامین لکھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی نظر میں آ گئے۔ تربیت اور پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے اس لئے دلیل بھی چن کر لاتے تھے اور غلط دلیل کا رد بھی کرنا جانتے تھے۔ الفضل میں ان کے ایڈیٹوریل اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مخالفین سلسلہ کے اعتراضات کو موضوع بناتے اور مسکت دلائل سے ان کا رد کرتے تھے۔ ان کو نظم پر بھی مکمل دسترس حاصل تھی۔ جماعت احمدیہ کے عقائد پر ان کا ایمان اتنا پختہ تھا کہ ان کی شاعری اور ان کی نثر گویا جماعت کے عقائد کی ترجمان بن گئی تھی۔ سادہ اور صاف انداز بیان میں جماعت کا مؤقف یوں بیان کر جاتے تھے کہ سننے پڑھنے والے حیران رہ جاتے تھے۔ الفضل جماعت کا اخبار ہے اس لئے اس کی ہر بات مخالفین کی نگاہ میں رہتی ہے ذرا کہیں گرفت کا موقع ملے تو وہ آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اور تنویر صاحب کا زمانہ تو بڑا ہی پُرآشوب زمانہ تھا۔ لاہور کے بڑے بڑے جگادھری اخبار نویس جماعت کی مخالفت پر کمربستہ تھے۔ سارے ملک میں فسادات کا ماحول ابن الوقت سیاست دانوں کی شہ پر پیدا کیا گیا تھا اس وقت جماعت کے مؤقف کو بیان کرنے والا ایک الفضل ہی تو تھا اور کئی بار بندش کا شکار بھی ہوا ایسے کڑے وقت میں تنویر صاحب کی زبان قلم سے بڑے کڑے اداریے بھی سرزد ہوئے مگر ان کے کسی لفظ پر گرفت کرنے کی جرأت کسی کو نہ ہوئی۔ ایسا کرنا اسی ایڈیٹر کو سزاوار ہے جسے زبان و بیان پر مکمل گرفت حاصل ہو۔ تنویر صاحب شعر تو پلک جھپکتے میں کہہ لیتے تھے مگر اداریے لکھنے میں بہت سوچ بچار اور محنت کرتے تھے کئی بار ایسا ہوا کہ ہم دفتر الفضل میں بلا اطلاع دئے چلے گئے تو دیکھا کہ اپنے اداریئے سے دست و گریباں ہیں گردوپیش

سے بے نیاز لکھنے میں مصروف ہیں۔ کچھ پتہ نہیں کون آیا کون گیا جب اداریہ مکمل کر لیتے تو سکھ کا سانس لیتے تب ہمیں باریابی کا اذن ملتا۔ کہتے کوئی اچھا سا شعر سناؤ بہت تھک گیا ہوں۔ پچھلی رات کوئی شعر کہے ہوتے تو وہ سناتے مگر اپنے شعروں کو بھی اس وقت تک الفضل میں درج نہیں ہونے دیتے تھے جب تک انہیں یقین نہ ہو جاتا کہ ان میں کوئی سقم باقی نہیں۔ اپنے شعروں کی بہت کانٹ چھانٹ کرتے تھے بعض اوقات تو اتنی کانٹ چھانٹ کرتے تھے کہ خود اپنا لکھا بھی مشکل سے پڑھ پاتے تھے ایک بار اپنی بیاض میرے آگے کردی اور فرمایا تم ڈاکٹروں کے نسخے پڑھنے میں مہارت رکھتے ہو گے ذرا یہ تو پڑھو میں نے کیا لکھا ہے ''اتنی بار کاٹا ہے اتنی بار کاٹا ہے کہ اب مصرعہ کاٹنے کو دوڑتا ہے''۔ مجھ سے بھی بسیار کوشش کے باوجود وہ مصرعہ نہیں پڑھا گیا تنویر صاحب نے وہ نظم تین دن الفضل میں نہیں چھپنے دی۔ جو ایڈیٹر اپنی نظم کو روک سکتا ہے وہ دوسروں کی نظم چھاپنے میں کتنی احتیاط کرتا ہوگا۔

یہی حال ان کے اداریوں کا تھا یہ نہیں کہ لکھتے ہی کاتب کے حوالے کر دیتے ہوں۔ کم از کم دو بار تو ضرور پڑھتے اور کانٹ چھانٹ کرتے تھے مگر ان کا ذہن اتنا صاف تھا کہ بات واضح اور دوٹوک ہوتی تھی۔ الزامی جوابات کا زمانہ گزر رہا تھا اور علمی نکات زیر بحث رہتے تھے اور یہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ علمی موضوعات پر اس وقت تک واضح بات نہیں کی جاسکتی جب تک مطالعہ گہرا اور وسیع نہ ہو۔ تنویر صاحب کا زیادہ تر وقت مطالعہ میں صرف ہوتا تھا فرمایا کرتے تھے۔ دن کو تو میں ادھر ادھر کی باتوں میں وقت صرف کرلوں تو کرلوں شام کے بعد مطالعہ ہی میری واحد مصروفیت ہوتی ہے۔ نظمیں بھی ہمیشہ رات کو کہتے تھے دن میں انہیں کبھی فکر سخن میں مصروف نہ پایا۔ فرمایا کرتے تھے جسمانی مجبوری کی وجہ سے اب زیادہ چلنا پھرنا ممکن نہیں ورنہ لائبریری کا پھیرا میری زندگی کا معمول ہوا کرتا تھا۔ صبح کی سیر بھی چھٹ گئی تھی مگر کوشش کرتے رہتے تھے کہ چلنے پھرنے کا موقع ملتا رہے۔ اول اول تو دفتر الفضل ہی میں قیام تھا پھر دارالرحمت وسطی میں اٹھ آئے تو دفتر تک پیدل چل کر جاتے تھے۔ سواری ان کے پاس اپنی تھی نہیں تانگہ میں سوار ہونا ویسے ہی ان کے لئے دوبھر تھا۔ کالج کی تقریبات میں ہم انہیں بلاتے تو کوشش کرتے کہ ان کے لئے کسی آسان اور آرام دہ سواری کا بندوبست ہو جائے۔

تنویر صاحب کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ لکھنے والوں کا از حد احترام روا رکھتے تھے۔ کسی نئے مضمون نگار کا مضمون آتا یا کسی نئے کہنے والے کا کلام آتا تو اسے چھاپنے سے پہلے بہت غور سے پڑھتے پھر لکھنے والا اگر کہیں آس پاس کا رہنے والا ہوتا تو اسے بلاتے اور داد دیتے حوصلہ بڑھاتے ہمارا الفضل سے تعلق شعر و ادب کی بدولت شروع ہوا۔ یہ تو یاد نہیں کہ پہلی نظم کونسی تھی جو الفضل میں چھپی مگر یہ ضرور یاد ہے کہ تنویر صاحب نے بلا بھیجا، میں اس وقت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے دفتر میں کام کر رہا تھا۔ میں حاضر ہوا تو باوجود عمر کے تفاوت کے اٹھ کر ملے بڑے احترام سے بٹھایا اور نظم کی تعریف کی۔ میرے استاد مولانا مصلح الدین راجیکی کے بارے میں باتیں کیں۔ ہمارے دفتروں کے قبلہ نذیر احمد فاروقی صاحب کا ذکر کیا۔ الفضل میں وہ نظم چھپی تو میرے سکول کے استاد، قبلہ ماسٹر نذیر احمد رحمانی رستہ میں مل گئے۔ دونوں بازو پھیلا دیئے اور سینے سے لگا لیا فرمایا میں کتنا خوش قسمت ہوں کہ میرے شاگرد کی نظم الفضل میں چھپی ہے اتنا کہہ کر جیب سے اپنا بٹوہ نکال کر مجھے دے دیا کہ اس میں جو کچھ ہے وہ تمہارا انعام ہے۔ بھلا ایسی حوصلہ افزائی کہیں اور بھی کسی کو میسر آسکتی ہے؟ ہمارا دماغ آسمان پر تھا پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے تھے اگلے روز حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی تعریف فرمائی اور داد دی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد اپنے دفتر سے اٹھ کر ہمارے دفتر میں آئے اور میرے کاندھوں پر ہاتھ رکھ مجھے اٹھنے سے باز رکھا اور فرمایا بس نظم کی داد دینے آیا تھا۔ ایسے میں لکھنے والا بھلا کس طرح احسان مندی کا اظہار کر سکتا ہے۔ یہ ہمارے بزرگوں کا اسوہ تھا اور اس ساری روداد کا مرکز تنویر صاحب تھے جنہوں نے ہماری نظم الفضل میں چھاپی تھی۔ بس وہ حوصلہ افزائی ہمیں لے چلی۔ اب پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو ان بزرگوں کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے جنہوں نے ایک ذرہ کو ذرہ نہیں سمجھا اور حقیر کو حقیر نہیں جانا۔ اگر ان بزرگوں کی حوصلہ افزائی ہمیں میسر نہ آتی تو ہم کس شمار قطار میں ہوتے؟ دو سال بعد کالج میں پہنچے تو پہلے دن سے ہی المنار کی مجلس ادارت میں لے لئے گئے اور قلم سے یہ تعلق اب تک چلا آتا ہے الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

مسعود احمد صاحب دہلوی

دفتر الفضل میں آنا جانا شروع ہوا تو بھائی مسعود احمد خاں دہلوی سے روشناسی ہوئی جو رفتہ رفتہ دوستی میں بدل گئی۔ بھائی مسعود احمد خاں دہلوی کو ہم نے ہمیشہ ہی بھائی کہا۔ ایک دوست کہنے لگے تم انہیں بھائی کیوں کہتے ہو وہ تو عمر میں تم سے بہت بڑے ہیں۔ میں نے کہا ایک جواب تو یہ ہے میرا نام یوسف نہیں اس لئے بھائی کہنے میں ذم کا پہلو نہیں نکلتا۔ دوسرے دہلی والے اپنی عمر سے بڑے دوستوں کو بھائی کہہ کر ہی پکارتے ہیں۔ باقی رہا ہماری اور بزرگوں کی دوستی کا مسئلہ تو اتفاق یوں ہے کہ ہماری دوستی ہمیشہ ہی اپنی عمر سے بڑے لوگوں سے رہی ہے۔ ہمارے سب دوست ہی بزرگ تھے۔ اس کی بڑی وجہ تو ادب و شعر کا ذوق ہے کہ شعر و ادب میں عمر کا تفاوت بے معنی ہو جاتا ہے۔

بھائی مسعود احمد خاں دہلوی الفضل کے رپورٹر بھی تھے اور اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی اس لئے جماعتی تقریبات کی رپورٹنگ ان کے ذمہ تھی۔ کالج میں ہونے والی تقریبات کی رپورٹنگ کے لئے ان کا کالج میں آنا جانا تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں تو ہم انہیں دور ہی سے دیکھا کرتے تھے دیکھنا بھی انہیں دور سے دیکھا کرنا۔ پھر مسعود بھائی نے ہمیں الفضل کی رپورٹنگ کے رموز و اسرار سمجھانا شروع کئے رفتہ رفتہ کالج کی تقریبات کی ہماری کی ہوئی رپورٹنگ الفضل میں جگہ پانے لگی۔ ان کی اولاد کالج میں آگئی تو اس وقت تک ہم کالج کے سٹاف پر آچکے تھے۔ بچوں کی استادی ہمارے اور ان کے مابین اخوت و محبت کی بنیاد بن گئی یہ دوستی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی وفات تک چلی اور اب ان کی اولاد سے چلی جاتی ہے۔ بچے سعادت مند ہیں کہ اپنے استاد کا لحاظ تو رکھتے ہی ہیں اپنے ابا کی دوستی کا لحاظ بھی رکھتے ہیں۔

مسعود صاحب دلی کی محاورہ بندی کے شیدائی تھے۔ ان کا بولنا! وہ کہیں اور سنا کرے کوئی!! اور لکھنا سبحان اللہ۔ لکھتے کیا تھے مرصع سازی کرتے تھے۔ اپنے کسی مضمون میں کوئی خاص محاورہ برتتے تو داد کے لئے ہماری جانب ان کی نگاہ اٹھتی تھی اور ہماری داد سے خوش ہوتے۔ فرماتے تھے دلی کے محاوروں کو سمجھنے والے بہت کم رہ گئے ہیں تم نے خدا معلوم کہاں سے دلی کے محاورے سیکھ لئے ہیں۔ جرمنی میں اسی موضوع پر گفتگو فرمارہے تھے ان کی بہو عزیزہ شمیم سن رہی تھی ہم نے کہا قبلہ دلی کے بارے میں جو کچھ ہم نے سیکھا ہے وہ آپ ہی کی گفتگو غور سے سن سن کر آپ ہی سے سیکھا ہے ورنہ ہمارے یونیورسٹی کے اساتذہ میں استاذی المحترم وزیر الحسن عابدی کے سوا اور کوئی دلی والا نہیں تھا اور وہ فارسی کے استاد تھے۔ استاذی المحترم سید وقار عظیم تو ویسے ہی میرٹھ کے تھے اور تربیتی یعنی الہٰ آباد میں تعلیم پائی تھی البتہ ان کے گھر سے لکھنؤ کی تھیں۔ ربوہ میں حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہاں پور کے تھے۔ ہمارے استفادہ کا دائرہ ہی دلی سے باہر والوں کا دائرہ تھا۔ ہم نے زبان کے سلسلہ میں جو کچھ پایا ہے وہ بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے اور کچھ نہیں۔

مسعود بھائی کی الفضل کی زبان اور مضامین کی زبان مختلف تھی۔ الفضل میں تقرر کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے انہیں تاکید کی تھی کہ ہمیں دلی والوں کی نکتہ آفرینی سے غرض نہیں ہمارا معیار صاف ستھری اور سادہ زبان ہے اس لئے ان کی رپورٹیں یا بعد کو اداریئے سادہ اور صاف ستھری زبان میں ہوتے تھے یہ ضرور تھا کہ بات کو لمبا کرتے تھے الفضل کے اداریئے کئی کئی دنوں تک مسلسل چلتے تھے گویا اداریہ نہیں مقالہ لکھتے تھے اب بھی اگر ان کی اولاد ان کے اداریوں کو یکجا کر کے موضوع وار مرتب کر دے تو اچھا خاصا علمی خزانہ مرتب ہو سکتا ہے۔

بھائی مسعود احمد خاں بڑے وسیع المطالعہ آدمی تھے شعر کہتے نہیں تھے مگر ذوق پاکیزہ تھا ہمارے مشاعروں کے باقاعدہ سامع تھے شعر کے باریک در باریک سقم پر ان کی نگاہ ٹھہر جاتی تھے منہ سے کچھ نہ کہتے مگر ان کا خندہ ٔ زیر لب سب کچھ کہہ دیتا تھا۔ باتیں کرتے تو ہاتھوں کے اشارے سے وضاحت بھی کرتے جاتے۔ ہمارے قبلہ صوفی بشارت الرحمٰن ان کی صبح کی سیر کے ساتھی تھے فرمایا کرتے تھے مسعود صاحب سے باتیں کرتے ہوئے فاصلہ رکھنا چاہئے مبادا ان کا دست مبارک دامنگیر ہو جائے مولانا ابوالعطا صاحب ہنس کر فرماتے تھے اسی لئے تو میں عصا ہاتھ میں رکھتا ہوں۔ یہ سب صبح کی سیر کے ساتھی تھے چوتھے سوار ہمارے سیٹھ محمد اعظم تھے۔ یہ قافلہ سیر کرتے ہوئے باآواز بلند علمی نکات پر بحث کرتا رہتا تھا اور لوگ دور سے پہچان لیتے تھے کہ علما کا قافلہ ہے بحث بھی ہوتی تھی بذلہ سنجی بھی جاری رہتی تھی کوئی اجنبی شامل ہو جاتا تو ان کی بے تکلفی میں خلل پڑ جاتا تھا۔ ایک ایک کر کے یہ قافلہ منتشر ہو گیا۔ بھائی مسعود احمد خاں دہلوی کی خودنوشت سفر حیات چھپ چکی ہے۔ اس سے قبل آپ نے اپنے بزرگوں کے حالات پر ایک کتاب مرتب کی تھی تب سے ہم ان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ اب خود نوشت لکھئے الحمدللہ کہ یہ خودنوشت لکھی گئی اور اب چھپ کر اہل ذوق کے لئے سامان انبساط ہے۔ ان کی دلی کی زبان دیکھنی ہو تو خودنوشت پڑھئے۔

مولانا نسیم سیفی صاحب

اب بات اپنے قادیان اور ربوہ کے پڑوسی اور بزرگ دوست نسیم سیفی صاحب پر آگئی۔ سیفی صاحب سے پہلی ملاقات کل کی طرح یاد ہے کہ سیفی صاحب قادیان میں ہمارے گھر تشریف لائے ہماری پھوپھی بیگم جی ان کی اور ان کی بیگم کی استاد تھیں۔ ان کا چھوٹی تقطیع کا مجموعہ کلام چھپا تھا۔ وہ لے کر پھوپھی جی کو دینے اور دعائیں لینے آئے تھے۔ پھوپھی جی نے انہیں نور محمد نسیم سیفی کہہ کر پکارا تھا اور ان کی شاعری پر پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ ہم بہت چھوٹے تھے اور پھوپھی جی کے پکھوے سے لگے بیٹھے تھے۔ پھوپھی جی نے کہا بیٹا تم بھی بڑے ہو کر شعر کہنا یہ دیکھو نور محمد نسیم سیفی کا کتنا اچھا کلام چھپا ہے۔ اس کے بعد نسیم سیفی صاحب سے ربوہ میں ملاقات ہوئی جب آپ افریقہ سے واپس تشریف لائے اور ہماری ہی گلی میں اپنے ابا ماسٹر عطا محمد صاحب کے ساتھ قیام فرمایا۔

سیفی صاحب کا بڑا بیٹا ہمارا ہم عمر ہے۔خالہ سکینہ سیفی بھی ہم سے بہت محبت کا سلوک روا رکھتی تھیں ہم بے دھڑک ان کے گھر میں چلے جاتے تھے کئی بار تو ہم نے خالہ سکینہ سیفی کے ہاتھ کی پکائی ہوئی چپڑی روٹیاں ان کے ساتھ چولہے کے سامنے پیڑھی پر بیٹھ کر کھائی ہیں۔

کالج کے زمانہ میں سیفی صاحب کا کالج کے مشاعروں میں آنا جانا شروع ہوا تو ہماری بے تکلفی ہوگئی۔ہمیں یاد ہے کہ کالج کے ایک مشاعرہ کے بعد میں اور سیفی صاحب واپس آرہے تھے کہ ہمارے پیچھے قبلہ مولانا نور احمد منیر سابق مربی بلاد عربیہ اپنی سائیکل پر تشریف لا رہے تھے قریب پہنچے تو فرمایا ’’ارے شاعرو!تم نے یہ کیا شاعری کا کھڑاگ کھڑا کر رکھا ہے؟تم جانتے نہیں قرآن میں شاعری کے بارے میں کیا لکھا ہے؟‘‘(گمراہ لوگ شاعروں کی پیروی کرتے ہیں)سیفی صاحب تو اپنی بزرگی میں بات کو پی گئے مگر ہم کہاں چوکتے؟میں نے کہا قبلہ یہ ارشاد شعراء کے بارے میں نہیں ہے ان کے بارہ میں ہے جو شعراء کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ہنس کر کہنے لگے وہ کون ہوتے ہیں؟میں نے کہا’’وہ جو تخلص رکھ لیتے ہیں شعر نہیں کہتے‘‘۔مولانا نور احمد منیر خوب صاحب ذوق آدمی تھے آپ نے ایک نہایت بلند قہقہہ لگایا اور تیزی سے آگے بڑھ گئے پھر مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا۔ہم تو اس لطیفہ کو پی جاتے مگر سیفی صاحب نے اگلے روز سارے تحریک جدید کے دفاتر میں اس کا چرچا کر دیا اور ربوہ میں مدتوں یہ لطیفہ زبان زد خلق رہا۔

سیفی صاحب انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں لکھتے تھے اور دونوں زبانوں پر دسترس رکھتے تھے اور لکھنے پر وہ قدرت حاصل تھی کہ قلم پکڑا اور لکھنا شروع کر دیا صفحوں کے صفحے لکھ جاتے۔جب تحریک جدید کے ایڈیٹر تھے تو سارا رسالہ ان کا اپنا لکھا ہوا ہوتا تھا اردو بھی انگریزی بھی۔پھر حضرت صاحب نے الفضل کا ایڈیٹر مقرر کر دیا تو سارا سارا پرچہ ان کے رشحات سے بھرا ہوتا تھا۔نظم و نثر دونوں۔کئی بار ایسا ہوا کہ کوئی چیز چھپنے کو بھیجی تو مدتوں اس کی باری ہی نہ آئی اس لئے کہ سیفی صاحب کے اپنے رشحات ختم ہوں تو کسی دوسرے کی باری آئے۔ہمارے ساتھ بے تکلف تھے ہم تو منہ پر کہہ دیتے کہ قبلہ کسی دوسرے کی چیز بھی الفضل میں درج ہو جانے دیں ورنہ لوگ یہی سمجھیں گے جماعت میں لکھنے والا کوئی نہیں رہا مگر وہ دھن کے پکے تھے۔کسی بات پر کان نہیں دھرتے تھے۔ان کی دلیل ایک ہی تھی کہ الفضل پر اتنی پابندیاں ہیں کہ ذرا سی بات اس کی پالیسی کے خلاف ہو جائے تو طوفان کھڑا ہو جاتا ہے۔لوگ جو چیزیں بھیجتے ہیں ان کی نوک پلک درست کرنا کارِ دارد ہے، میں اتنی محنت میں کئی اور چیزیں لکھ لیتا ہوں آخر روزانہ چھپنے والا پرچہ ہے اسے تو ہر روز پورا مواد چاہئے۔بات ان کی ٹھیک بھی تھی اداریہ، ابوالاقبال کے نام سے قطعہ، ابن عطا کے نام سے کالم۔مختلف قلمی ناموں سے مختلف موضوعات پر مضامین۔عزیزی یوسف سہیل شوق نے ان کا ایک انٹرویو کیا تھا جو میں نے بعد کو سنا کہ ان کے ذہن میں الفضل کا ایک خاص تصور تھا کہ یہ پرچہ ساری جماعت کا پرچہ ہے اس لئے چھوٹوں بڑوں مردوں عورتوں سب کی دلچسپی کا سامان اس میں ہونا چاہئے اور اس تصور کے پورا کرنے میں دن رات صرف کر دیتے تھے۔صبح دفتر جاتے تو کاغذوں کے پلندے کے علاوہ ان کا منا سا ٹیپ ریکارڈر بھی ان کے ارشادات سے بھرا ہوا ہوتا جسے ان کا عملہ کاغذ پر منتقل کرتا۔

غرض سیفی صاحب نے بڑے مشکل وقت میں الفضل کی کشتی کو سنبھالا۔جب گرفتار ہوئے تو ہم نے انہیں خط لکھا کہ حکومت نے یہ دیکھنے کے لئے آپ کو گرفتار کیا ہوگا کہ دیکھیں تو سہی یہ ایک آدمی بیس آدمیوں جتنا کام کیسے کر لیتا ہے؟ گرفتاری کے دنوں میں الفضل کا پورا ایک صفحہ ان کے قطعات سے بھرا ہوتا تھا۔ہم مذاق میں ان قطعات کو ’’انتقامی قطعات‘‘ کہا کرتے تھے کہ گرفتاری کے خلاف انتقام لینے کو لکھے گئے ہیں۔

الفضل ان کی زندگی کا لازمی جزو بن گیا تھا ادھر ریٹائر ہوئے ادھر بہشتی مقبرہ میں جا سوئے۔خالہ سکینہ سیفی پہلے ہی چلی گئی تھیں۔ان کی اولاد کچھ کراچی میں تھی کچھ باہر ملازمت کے سلسلہ میں بکھر گئی۔ہماری گلی والا ان کا مکان سائیں سائیں کرتا ہوگا۔

یہ بے سبب نہیں سونے گھروں کے سناٹے
مکان یاد کیا کرتے ہیں مکینوں کو

یہ یونہی شیریں ثمر دیتا رہے

یہ یوں ہی شیریں ثمر دیتا رہے
سب کو یہ لعل و گہر دیتا رہے

جن سے ملتی ہے حیاتِ جاوداں
ان بہاروں کی خبر دیتا رہے

یہ صداقت کی وراثت کا امیں
نور کی روشن سحر دیتا رہے

ہم کو یہ جام مئے لطف و سرور
خوب سے بھی خوب تر دیتا رہے

یہ یوں ہی زندہ رہے صدیوں تلک
سب کو پیاروں کی خبر دیتا رہے

عبد الصمد قریشی

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب

یہ ساری برکت الفضل کی ہے

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ خاکسار کو بھی بہت شروع سے الفضل پڑھنے کی عادت ہے جس کے محرک خاکسار کے مرحوم والد محترم میاں فضل الرحمٰن بسمل غفاری صاحب تھے۔سکول اور کالج کے زمانے سے یہ ہوتا رہا ہے کہ جب کبھی کوئی مسئلہ پیدا ہوا اور پریشانی لاحق ہوتی تو اکثر اوقات الفضل میں خلیفہ وقت کے خطبہ یا کسی ارشاد میں خاکسار کو اپنے مسئلہ کا حل مل جاتا اور یوں محسوس ہوتا کہ اس روز کا الفضل شاید بطور خاص اس عاجز کے لئے ہی شائع ہوا تھا۔

خلافت ثالثہ کے ابتدائی سالوں میں جنوری 1967ء میں خاکسار کی سروس کا آغاز ہوا۔بہت ابتدائی دنوں کی بات ہے خاکسار کے ایک غیر احمدی ساتھی انجینئر (جو خاکسار سے عمر میں 10،15 سال بڑے تھے)خاکسار کے پاس آئے اور الفضل دیکھ کر پڑھنے میں گم ہوگئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا کوئی خطبہ تھا۔کہنے لگے میں آپ کے دوسرے امام حضرت مصلح موعود خلیفہ ثانی کے خطبے بھی پڑھتا رہا ہوں۔اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی پُرزور تحریرات بھی پڑھی ہیں۔حضرت مصلح موعود خلیفہ ثانی کے خطبے پڑھتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔آج میں نے حضرت خلیفہ ثالث کا خطبہ پہلی بار پڑھا ہے اور میری وہی کیفیت ہوئی ہے جو حضرت خلیفہ ثانی کا خطبہ پڑھ کر ہوا کرتی تھی۔خاکسار نے انہیں بتایا کہ اب بھی آپ کو یقین نہیں ہوا کہ حضرت مسیح موعود کو خود خدا نے کھڑا کیا تھا اور آگے خلفاء وقت بھی خدا کے ہی انتخاب سے آتے ہیں اور ایک ہی قسم کی روحانی کیفیت رکھتے ہیں۔

خاکسار کے ایک احمدی دوست تھے انجینئر ابراہیم نصر اللہ درانی مرحوم وہ بتایا کرتے تھے کہ میرے والد آغا محمد بخش صاحب ایم اے انگلش تو حضرت مصلح موعود کے پُرزور خطبے پڑھ کر احمدی ہوئے تھے۔انہیں یہ خیال آتا تھا کہ اگر اس موعود بیٹے کے اتنے پرزور اور ایمان افروز اور ولولہ انگیز خطبے ہیں تو جس کا یہ بیٹا ہے ان کا کیا حال ہوگا!وہ کہتے تھے کہ والد صاحب برملا کہتے تھے کہ انہوں نے کسی اختلافی مسئلہ کا خیال نہیں کیا بلکہ ابتداء میں انہیں اختلافی مسائل کا پتہ بھی نہ تھا صرف خلیفہ ثانی کے پُرزور خطبات اور تحریرات سے وہ احمدی ہوئے اور آگے متقی نسل چھوڑی۔یہ ساری برکت الفضل کی ہے۔

مکرم محمود احمد اشرف صاحب

الفضل ہمیشہ زندہ رہنے والا ذریعہ ابلاغ

ہم نے جب ہوش سنبھالا اور لکھنا پڑھنا سیکھا اس وقت ایک ہی اخبار ہمارے گھر میں باقاعدگی سے پڑھا جاتا تھا وہ الفضل تھا۔ناصر کاظمی نے کہا تھا ؎

میں نے جب لکھنا سیکھا تھا
پہلے تیرا نام لکھا تھا

الفضل کے حوالے سے یہ شعر یوں میرے ذہن میں آرہا ہے ؎

میں نے جب پڑھنا سیکھا تھا
پہلے تیرا نام پڑھا تھا

ناصر کاظمی کا یہ شعر اگر محبوب حقیقی کیلئے ہے اور میں اس شعر میں تبدیلی کررہا ہوں تو بظاہر لگتا ہے کہ میں نے ایک اعلیٰ مضمون کو ادنیٰ بنادیا ہے۔مگر دیکھا جائے تو ایسا نہیں ہے۔الفضل دنیا کا وہ واحد اخبار ہے جو بنیادی طور پر ان خبروں اور مضامین پر مشتمل ہوتا ہے جن کا مقصد دعوت الیٰ اللہ اور تربیت کے سوا کچھ بھی نہیں۔اگر خدا ایک خزانہ ہے تو الفضل اس خزانے تک رسائی کا نقشہ فراہم کرتا ہے۔اس اعتبار سے میرے خیال میں شعر کی تبدیلی سے مضمون تبدیل نہیں ہوا۔

عرض یہ کررہا تھا کہ زندگی کے آغاز سے ہی الفضل سے ایک تعلق تھا۔تمام ذرائع ابلاغ میں روزنامہ الفضل کا ساتھ سب سے پرانا ہے جو آج تک جاری ہے۔میں غالبًا تیسری جماعت کا طالب علم تھا جب ہمارے گھر میں ریڈیو آیا تھا۔ریڈیو سننے کا یہ دور قریباً 15 سال تک جاری رہا۔پھر اس کی جگہ بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی نے لے لی۔جس کا صرف ایک ہی چینل ہوا کرتا تھا۔یہ دور بھی کم وبیش 15 سال کا تھا جو عارضی ثابت ہوا اور سیٹلائیٹ ٹی وی کا دور شروع ہوگیا۔مگر یہ دور بھی ختم ہوا اور انٹرنیٹ کے دور کا آغاز ہوگیا۔اسی طرح زندگی کے مختلف ادوار میں مختلف اخبار و رسائل اور ذرائع ابلاغ کا ساتھ رہا۔مجھے یاد ہے بچپن میں ہم امروز اور مشرق وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔بچوں کے غیر جماعتی رسائل میں تعلیم وتربیت اور نونہال وغیرہ شامل تھے۔میں ذرائع ابلاغ کی تاریخ نہیں بیان کررہا بلکہ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تمام ذرائع ابلاغ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے گئے مگر روزنامہ الفضل وہ ذریعہ ابلاغ ہے جس سے ہمارا تعلق اس وقت سے تھا جب ہمیں پڑھنا لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔بلکہ یہ تعلق اس سے بھی پرانا ہے کیونکہ میری ولادت کا اعلان الفضل میں چھپا تھا۔پھر وقت گزرتا چلا گیا اور ہماری خوشیوں اور غموں کی ایک تاریخ الفضل کے صفحات میں محفوظ ہوتی چلی گئی۔یوں الفضل کی یہ رفاقت قریباً نصف صدی پر محیط ہونے والی ہے۔

سب پرانی رفاقتیں اپنے اندر ایک جذباتی رنگ بھی رکھتی ہیں۔الفضل کے ساتھ اپنی رفاقت میں جو جذباتی رنگ ہے اس کا میں نے مذکورہ بالا سطور میں اظہار کیا ہے۔مگر دیکھا جائے تو یہ جذبات سے بہت بالا ایک ٹھوس حقیقت کی عکاس ہے۔یہ اس لئے ہے الفضل ان حقیقتوں کا پیغامبر ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ان دائمی حقیقتوں کو اور اس ابدی نور کو ہم عارضی اور فانی انسانوں تک پہنچانے کے لیے ہی نظام خلافت قائم ہے اور الفضل اسی نظام خلافت کی آواز ہے۔یہی وجہ ہے کہ میں نے بہت بچپن سے ہی اپنے والدین کو دیکھا کہ وہ الفضل سے استفادہ کے ساتھ ساتھ اس کے تقدس کا بھی خیال رکھتے تھے۔اسے زمین پر گرنے سے بچاتے تھے۔دوسرے سب اخبار ردی میں بیچ دیئے جاتے تھے مگر الفضل کبھی بھی بیچا نہیں جاتا تھا خواہ اس سے الماریاں پُر ہوجائیں حتیٰ کہ کمرے بھر جائیں۔چنانچہ میں نے لڑکپن میں لاہور میں ایک ایسا کمرہ بھی دیکھا ہے جو سارا الفضل کے پرانے شماروں سے بھرا ہوتا تھا۔غالبًا ان کو جلد کروانے کی نیت سے وہاں رکھا جاتا تھا۔کبھی کبھی میں اس کمرے میں جاکر پرانے اخبار پڑھتا تھا اور ماضی میں کھوجایا کرتا تھا۔الٰہی سلسلوں کا ماضی، حال اور مستقبل کی طرح ایک زندہ حقیقت ہوتا ہے۔بلکہ بعض لحاظ سے ماضی حال اور مستقبل کی نسبت زیادہ اہم ہوتا ہے۔الفضل سلسلے کے ماضی کو محفوظ کرتا اور اسے زندہ رکھتا ہے۔یہ سلسلے کی تاریخ کا ایک بہترین اور بنیادی ماخذ ہے۔

انسان صدیوں سے ذرائع ابلاغ سے استفادہ کررہا ہے۔ہم کسی بھی ذرائع ابلاغ سے فائدہ اٹھانے کے لیے وقت اور رقم خرچ کرتے ہیں۔اگر ان تمام افراد سے رابطہ کرکے جو کسی بھی ذریعہ ابلاغ سے فائدہ اٹھارہے ہیں یہ سروے کیا جائے کہ کتنے لوگ ایسے ہیں جن کا کسی اخبار یا رسالہ خریدنے یا ٹی وی دیکھنے کا مقصد جرائم کی خبریں پڑھنا یا منفی باتوں سے آگاہی حاصل کرنا ہوتا ہے تو مجھے یقین ہے کہ کسی بھی صحیح الدماغ انسان کا جواب اثبات میں نہیں ہوگا۔میں یہ عرض کررہا ہوں کہ کوئی انسان بھی اخبار اس لئے نہیں پڑھتا کہ قتل و غارت گری اور لوٹ مار کی خبریں پڑھے۔کوئی بھی عقل مند انسان ٹی وی اس لئے نہیں دیکھتا کہ وہ دردناک اور المناک مناظر کو دیکھے۔لیکن میں یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں کہ ہر اخبار اور ٹی وی چینل زیادہ تر معاشرے کے منفی پہلوؤں کا عکاس بنا ہوا ہے۔میں یہ بھی نہیں سمجھ سکا کہ ایسا کرنے میں ان ذرائع ابلاغ کے مالکان کو کیا منفعت حاصل ہوتی ہے۔میں حیران رہ جاتا ہوں کہ وطن عزیز میں جہاں اسلامی اقدار کے نفاذ کے دعوے داروں کی کوئی کمی نہیں ہے وہ یہ کیوں نہیں جانتے کہ خداتعالیٰ بری بات کے اظہار کو پسند نہیں کرتا۔الفضل وہ واحد اخبار ہے جو معاشرے کے منفی پہلوؤں کی کبھی بھی بے مقصد تشہیر نہیں کرتا۔سوائے اس کے کہ بعض حادثات انسان کے لئے عبرت کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ایسے منفی پہلو انسان کی نفسیاتی اور روحانی صحت کو برقرار رکھنے میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔یا پھر خداتعالیٰ نے مظلوم کو آواز بلند کرنے کی اجازت دی ہے۔اس سلسلے میں مجھے صرف الفضل کی پالیسی دین حق کی مذکورہ بالا تعلیم پر مبنی نظر آتی ہے۔مجھے ہمیشہ سے الفضل کا یہ پہلو بہت اچھا لگتا تھا اور بہت متاثر کرتا تھا۔

مجھے یاد ہے کہ میرا پہلا مضمون بھی الفضل میں ہی شائع ہوا تھا۔جس موضوع پر وہ مضمون لکھا تھا مجھے یقین ہے کہ وہ کسی اور اخبار میں شائع نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ وہ ان کی ترجیحات میں شامل ہی نہیں ہوسکتا تھا۔لیکن الفضل میں شائع ہوا اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔پس الفضل نے مجھے پڑھنا ہی نہیں لکھنا بھی سکھایا ہے۔ان دنوں ایک مضمون دے کر ہم باقی لامتناہی وقت اس کی اشاعت کے انتظار میں بے تابی سے گزارتے تھے۔دن گنا کرتے تھے۔الفضل آتا تو لپک کر اسے صرف اس نیت سے اٹھاتے تھے اپنا نام سرورق پر دیکھیں۔ایک مرتبہ میں نے ایک مضمون الفضل میں اشاعت کے لئے دیا۔بہت انتظار کیا مگر مضمون شائع نہ ہوا۔ایک جمعہ ادا کرکے بیت اقصیٰ کے شمالی دروازے سے نکلا تو محترمی مسعود احمد دہلوی صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ایک طرف دل اس فخر سے بھرا ہوا تھا کہ ایک مضمون لکھ مارا ہے دوسری طرف یہ الجھن اور بے چینی تھی کہ اب تک شائع کیوں نہیں ہورہا۔اسی کیفیت میں میں نے ان سے پوچھا کہ میرا مضمون ’’سلوک کی کس منزل پر ہے‘‘ میرے فقرے میں جس قدر تصوف تھا وہی میرے تصوف کی انتہا تھی اور میرے انداز میں جوانی کی شوخی بھی تھی۔اس کا وہ کوئی بھی سخت جواب دینے میں حق بجانب تھے۔مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے اس کا کیا جواب دیا تھا لیکن یہ یاد ہے کہ جتنا مختصر میرا سوال تھا اتنا ہی مختصر ان کا جواب تھا اور وہ حوصلہ افزا تھا۔کچھ عرصے کے بعد یہ مضمون بھی شائع ہوگیا تھا۔اللہ تعالیٰ مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب کے درجات بلند کرے۔وہ ایک طویل عرصے تک الفضل کے مدیر رہے اور مجھے یاد ہے کہ ان کا انداز تحریر ان کی زبان دانی کا عکاس تھا۔

الفضل کا میری زندگی میں کیا کردار ہے۔میں نے اس سوال پر اپنی ذات کے حوالے سے بہت غور کیا ہے۔اس سوال نے مجھے اپنی ذات کے محاسبے کا ایک عمدہ موقع فراہم کیا ہے۔میں نے شروع میں عرض کیا ہے کہ الفضل بنیادی طور پر اس دعوت الیٰ اللہ کا ایک اہم ذریعہ ہے جو خلافت احمدیہ آج دنیا کو دے رہی ہے۔وہ دنیا جو مادیت کے اندھیروں میں بھٹک رہی ہے۔اس تاریکی میں جتنے قدم روشنی کی طرف اٹھا سکا ہوں اس میں الفضل کا بھی بہرحال ایک کردار ہے۔اگر لاکھوں انسانوں کی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود کی برکت سے مجھے بھی آج نفس لوامہ حاصل ہوا ہے تو اس کے حصول میں بھی الفضل نے ایک کردار ادا کیا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود نے شاہراہ دین حق کو ہمارے لئے روشن کردیا ہے۔آپ کے خلفاء نے ہمیں ہر آن اس شاہراہ پر گامزن رکھا ہے۔اعلیٰ منازل کے خواب زندہ رکھنے کے لئے اور ان کی عملی تعبیروں سے زندگی سجانے کے لیے ایک ٹھوس نظام جماعت ہمیں عطا کررکھا ہے اور الفضل اسی نظام کا ایک اہم حصہ ہے ہم سب کی زندگیوں میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔

الفضل کی برکتیں

محترم چوہدری شبیر احمد صاحب مرحوم وکیل المال اول تحریک جدید تحریر کرتے ہیں کہ ہمارے پیارے روزنامہ ’’الفضل‘‘ سے برکتیں حاصل کرنے اور انہیں جماعت میں پھیلانے کا ایک طریق بندہ نے اپنے بزرگوار حضرت حافظ عبدالعزیز صاحب رفیق سیدنا حضرت مسیح موعود سے سیکھا ہے۔قارئین کرام میں سے اکثر اس طریق پر عمل کرتے ہوں گے تاہم اس کی مزید اشاعت کیلئے قارئین کرام کی خدمت میں مکرر پیش کرتا ہوں۔

والد بزرگوار ’’الفضل‘‘ کو لیتے ہی دعا کے اعلانات پڑھا کرتے تھے اور پھر ’’الفضل‘‘ کو بند کرکے اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا کرتے تھے اور باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر دعاؤں کی تحریک پر بڑے خلوص اور انہماک سے دعا کیا کرتے تھے۔اس عمل کے بعد پھر باقی حصہ اخبار کا پڑھا کرتے تھے...... اللہ تعالیٰ انہیں درجات کی بلندی سے نوازتا رہے۔

مکرم انصر رضا صاحب

الفضل میرے لئے کیا ہے؟

یوں کہنے کو تو ''الفضل'' ایک اخبار ہے جس میں فرمودات سیّدنا مسیح موعود، سیّدنا حضرت خلیفة المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات اور اُن کی دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ عالمی جماعتی سرگرمیوں کی کارروائیوں اور بفضل اللہ تعالیٰ روزافزوں ترقیات پر مبنی رپورٹوں کے ساتھ چند ممالک میں جماعت پر ہونے والے مظالم کی روداد بھی شائع ہوتی ہے۔لیکن میرے لئے الفضل محض ایک اخبار نہیں ہے جو ایک دن کے بعد پُرانا اور بیکار ہوجائے بلکہ میرے لئے الفضل ایک ہمہ جہت حیثیت رکھتا ہے۔

الفضل ایک ''معلم'' ہے جو مجھے دینِ حق اور احمدیت کے عقائد کی تعلیم دیتا ہے۔اردو ادب میں شعرونثر کے شہ پاروں کا مزہ چکھاتا ہے، اردو اور دیگر زبانوں کے بڑے بڑے شعراء اور ادیبوں کے حالاتِ زندگی سے واقفیت کراتا ہے، سائنس کی نت نئی ایجادات کے بارے میں بتاتا ہے، سفرناموں کے ذریعہ دنیا کے مختلف ممالک کی معلومات کے ساتھ ساتھ میری جنم بھومی پاکستان کے شمالی علاقہ جات کی سیر اس طرح کراتا ہے کہ میں نامہ نگار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ان تمام حسین مناظر سے لطف اندوز ہوتا محسوس کرتا ہوں۔

الفضل ایک ''مربی'' ہے جو میرے نفس، میرے خاندان، میرے ماحول اور زندگی کے بہت سے شعبوں میں میری تربیت کا سامان کرتا ہے اور مجھے بتاتا ہے کہ کسی دوراہے پر کھڑے ہوکر مجھے کون سے رستے کا انتخاب کرنا ہے اور کیوں کرنا ہے۔

الفضل ایک ''داعی الی اللہ'' ہے جو نہ صرف دینِ حق کا پیغام پہنچاتا ہے بلکہ اس پیغام کو پہنچانے میں میری مدد کرتا ہے، مجھے دلائل و براہین سے مسلّح کرتا ہے اور ان دلائل کو استعمال کرنے کی تربیت بھی دیتا ہے۔

الفضل ایک ''مؤرخ'' ہے جو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کبھی تعلیم الاسلام کالج کی راہداریوں اور کمروں میں لے جاتا ہے اور تعلیم و ادب کی مرقع زندہ چلتی پھرتی تصویریں دکھاتے ہوئے مجھے احمدیہ کلچر سے روشناس کراتا ہے، کبھی مجھے تاریخ دینِ حق اور تاریخ احمدیت کے صفحے پلٹ پلٹ کر دکھاتا ہے، گزرے ہوئے روشن مینار جیسے وجودوں کے واقعات سناتا اور ان سے متعارف کراتا ہے۔ان کہانیوں کو سن کر مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا یہ میری ہی کہانی ہے۔ میرے ساتھ بھی آج ویسے ہی ہو رہا ہے جو قرونِ اولیٰ کے اہلِ ایمان کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ مجھے بھی مخالفین کے ہاتھوں آج ویسی ہی مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اُن لوگوں نے سہیں جنہوں نے اپنے دور میں خدا کی طرف سے بھیجے جانے والے نبی کو مانا۔ یہ تصویریں دکھا کر اور یہ واقعات سنا کر الفضل مجھے ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کا عزم بخشتا، مصائب پر تسلی دیتا، حوصلہ بڑھاتا اور اچھے انجام کی خوشخبریاں دیتا ہے۔

الفضل ایک ''معالج'' ہے جو میرے روحانی علاج کے ساتھ ساتھ میرے جسمانی امراض کی دوا بھی بتاتا ہے اور ایلوپیتھک، ہومیوپیتھک نسخہ جات کے ساتھ ساتھ ایسے غذائی نسخے بھی بتاتا ہے جن پر عمل کر کے میں اپنی صحت برقرار رکھ سکتا ہوں۔

الفضل میری خلوتوں کا ساتھی ہے۔1982ء میں بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت سے لے کر 1998ء تک پاکستان میں قیام کے دوران مجھے الفضل کے ساتھ ساتھ زندہ بزرگان کی صحبت اور راہنمائی بھی قدم بقدم حاصل رہی۔ پاکستان سے کینیڈا ہجرت کے بعد بزرگان اور دوستوں کی جدائی کا سب سے بڑا مرہم الفضل بنا جس نے نہ صرف یہ کہ ان حسین یادوں سے میرا رابطہ ٹوٹنے نہیں دیا بلکہ بحُسن و خوبی اس خلا کو پُر کردیا جو دوستوں اور بزرگوں کی جدائی سے پیدا ہوا تھا۔ اب صبح نماز سے فارغ ہونے کے بعد میرا سب سے پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ گرم گرم چائے کی چُسکیاں لیتے ہوئے کمپیوٹر پر الفضل پڑھتا ہوں جسے اب میں پڑھنا نہیں کہتا بلکہ دور دیس سے آئے ہوئے ایک دوست سے باتیں کرنا کہتا ہوں جو مجھ سے بزمِ یار کی حکایات بھی کہتا ہے اور اس دن کو گزارنے کی ہدایات اور رہنمائی بھی دیتا ہے۔ میں اس سے کہتا ہوں کہ آج مجھے یہ مشکل درپیش ہے تو وہ مجھے نہ صرف اس سے نکلنے کے راستے دکھاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا بھی سکھاتا ہے۔

پابندیوں اور قوانین میں جکڑے الفضل کے متبادل الفاظ اور قوسین میں نقاط ایک باحیا حسینہ کی شرمگیں آنکھوں کے خاموش لیکن پرتاثر اشارے محسوس ہوتے ہیں جو رسوم و رواج کی پابندیوں، ماحول کے خوف اور روایتی حیا کے باعث وہ کچھ نہیں کہہ سکتی جو وہ کہنا چاہتی ہے لیکن یہ تمام درد اس کے چہرے پر سمٹ آتا ہے اور وہ اپنی بڑی بڑی غلافی آنکھوں سے لمبی لمبی پلکوں کے سائے میں وہ سب کچھ کہہ دیتی ہے جو وہ زبان سے نہیں کہہ سکتی اور پھر انہی بولتی ڈبڈباتی آنکھوں سے پوچھتی ہے کہ تم سمجھ گئے نا میں کیا کہنا چاہتی ہوں؟ تمہیں میرے کرب کا احساس ہے نا؟ ان زنجیروں کی جھنک سنائی دے رہی ہے جن میں میں جکڑی ہوئی ہوں؟ اور یہ بتاؤ کہ مجھے ان زنجیروں سے آزاد کرانے کے لئے تم کیا کر رہے ہو؟ الفضل کے یہ خاموش الفاظ اور بین السطور معانی پڑھتے ہوئے جہاں اس کے ساتھ ایک گہری شناسائی اور دلی تعلق کا احساس ہوتا ہے وہاں اسے ظالمانہ قوانین کی زنجیروں سے آزاد کرانے کا بھی ایک شدید جذبہ دل میں پیدا ہوتا ہے اور دل سے اس دن کی آمد کی دعا نکلتی ہے جس روز وہ اپنے ہمزاد ''الفضل انٹرنیشنل'' کی طرح وہ سب کچھ کھلے بندوں کہہ سکے گا جو وہ کہنا چاہتا ہے۔

دوستوں سے شکوے بھی ہوتے ہیں اور اگر الفضل میرا دوست ہے تو لازماً مجھے بھی اس سے کوئی نہ کوئی شکوہ ہونا چاہئے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب اپنی کوئی غزل یا مضمون اشاعت کے لئے بھیجتا ہوں تو الفضل کو پڑھنے کا شوق کئی گنا بڑھ جاتا ہے لیکن کئی روز تک جب وہ غزل یا مضمون شائع نہیں ہوتا تو اسے دعا دیتا ہوا کہتا ہوں کہ۔

یادم نمی کنی و زیادم نمی روی
عمرت دراز باد فراموش گار من

تو مجھے یاد نہیں کرتا لیکن تو میری یادوں سے نہیں گیا اے مجھے فراموش کرنے والے تیری عمر دراز ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ الفضل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے، اس کی اشاعت اس تعداد تک پہنچ جائے جو ہمارے پیارے امام کی آرزو ہے اور اس کا معیار بھی ترقی کی منزلوں کو طے کرتا رہے۔ آمین

مکرم لطیف احمد شاہد کاہلوں صاحب

ایک فیض رساں جریدہ

الفضل مورخہ 8 جنوری 2013ء میں حضرت ابو مسعود انصاریؓ کی ایک روایت بیان ہوئی ہے کہ جب صدقہ کا حکم اترا تو ہم صدقہ دینے کے لئے اپنی پیٹھوں پر بوجھ اٹھا کر مزدوری کرتے تھے۔ایک شخص آیا اور اس نے بہت سا مال صدقہ میں دیا تو (منافقین نے) کہا ریا کرنے والا ہے۔ایک اور شخص آیا اس نے ایک صاع صدقہ میں دیا تو انہوں نے کہا اللہ کو اس کے ایک صاع کی ضرورت نہیں۔

یہ واقعہ پڑھ کر میرا ذہن نصف صدی سے زائد کے ایک واقعہ کی طرف پھر گیا۔ یہ 1957ء کی بات ہے جب ہم جامعہ احمدیہ کی ابتدائی کلاسوں میں پڑھتے تھے۔ حضرت خلیفة المسیح الثانی نے وقف جدید کی تحریک کا آغاز کیا اور فرمایا کہ احباب زائد آمدنی پیدا کر کے یہ چندہ ادا کرنے کی کوشش کریں۔ جامعہ میں ہمارے ساتھ ایک نہایت ہی درویش صفت مرنجاں مرنج طبیعت اور مسکراتے چہرے والے دوست مکرم مبارک احمد صاحب قریشی ابن مکرم عبدالرحمٰن صاحب قریشی آف سکھر بھی پڑھتے تھے۔ مکرم مبارک احمد صاحب نے حضور کا خطاب ذہن میں رکھا۔ 12 بجے رات (ان دنوں لوگ جلدی سو جایا کرتے تھے) ربوہ سٹیشن پر چلے گئے لاہور سے ماڑی انڈس ٹرین آئی۔ کسی مسافر کا سامان اٹھایا اس کے گھر پہنچایا۔ مسافر نے انہیں آٹھ آنے مزدوری دی تو انہوں نے آٹھ آنے تو لے لئے لیکن ان سے ازراہ مزاح کہنے لگے ''میٹرک پاس قلی اور یہ آٹھ آنے مزدوری''۔ مکرم قریشی صاحب نے ہمیں آکر سارا واقعہ سنایا تو ہم بہت محظوظ ہوئے۔ مکرم قریشی صاحب نے حضور کے خطبہ کی روشنی میں یہ مزدوری صرف چندہ ادا کرنے کے لئے کی تھی۔

یہ تو ہوا وہ ایک واقعہ جو ہمارے پیارے ''روزنامہ الفضل'' کے ذریعہ ہمارے بھائی مکرم قریشی مبارک احمد صاحب مربی سلسلہ کی نصف صدی سے پہلے کی ایک نیکی کو زندہ کرنے کا باعث بن رہا ہے۔ لیکن ''الفضل'' جس طرح ہماری روح اور جسم کو پاکیزگی اور بالیدگی بخش رہا ہے اس کا شمار نہیں۔ اس کا ایک سرا اگر ہمارے ہاتھ میں ہے تو دوسرا سرا ایسی بلندیاں چھو رہا ہے کہ حد نظر سے بہت اوپر نکل جاتا ہے۔ مگر ان سب کے بیان کرنے سے پہلے ان کے عظیم بانی اور اس کی نشوونما اور آبیاری کرنے والے وجودوں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جنہوں نے اس روحانی نہر کو جاری کرنے اور ہمارے گھروں تک پہنچانے میں تعاون کیا اجرِ عظیم سے نوازے۔ آمین

غرض یہ کہ الفضل ایک ایسا سدا بہار درخت ہے جس کے پھل سے ہر کوئی اپنے مزاج کے مطابق لطف اندوز ہو رہا ہے۔ مذہبی لوگوں کے لئے یہ ایک روحانی غسل کا ذریعہ ہے۔ سیاسی لوگوں کے لئے نہایت عمدہ اور اہم معلومات مہیا کرتا ہے۔ بڑے بڑے علمی مضامین کے ذریعہ علمی لوگوں کی تشنگی دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ بعض جسمانی بیماریوں کیلئے الفضل میں مجرب نسخے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ تاجر لوگ اپنے اشتہاروں کے ذریعہ اپنے مال کی تشہیر کرتے ہیں جس سے دکانداروں اور صارفین کو فائدہ پہنچتا ہے۔ حتیٰ کہ روزانہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے اوقات بھی قارئین تک پہنچاتا ہے۔ پس ''روزنامہ الفضل'' نہ صرف ایک اخبار ہے بلکہ ایک نہایت فیض رساں جریدہ ہے جو ہم سب کو بہت عزیز ہے۔

19 سال سے جاری الفضل کا بین الاقوامی ایڈیشن

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا اجراء اور تعارف

مکرم افتخار احمد انور صاحب

خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو قائم کر کے اصل دین کی اغراض کو پورا کر دیا اور اس نعمت سے دین کی تعلیمات اور رُشد و ہدایت کی تعلیمات کو مکمل کر دیا۔ یہ دور بلاشبہ قلمی جہاد کا ہے اور خدا تعالیٰ کی سچی تعلیمات کو دنیا میں قلم کے ذریعے پھیلانے کا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے قلم سے جہاد کی بناء ڈالی۔ حضرت مسیح موعود کو 11 فروری 1906ء کو الہام ہوا ''دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہوگیا'' (تذکرہ صفحہ 596) دراصل اس میں اخبار شائع کرنے کی خبر دی گئی تھی اور اسی طرح اشاعت کا بھی ذکر بڑے واضح انداز میں ظاہر کیا گیا تھا۔ ان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ اخبار غیر معمولی ہوگا۔

پاکستان سے انگلینڈ ہجرت کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے لندن سے از سر نو دعوت الی اللہ، تعلیمی، علمی سرگرمیوں کا آغاز فرمایا اور الفضل ربوہ بند تھا حضور نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا کہ جماعت احمدیہ کو ایک عالمی اخبار اور ٹیلی ویژن چینل کی ضرورت ہے جس کی مدد سے دنیا بھر کے احمدیوں تک رسائی ممکن ہو اور خلیفۃ المسیح کے خطبات، جلسوں کے خطابات اور مجلس عرفان کی کارروائیوں کے ذریعے احمدی کے دلوں کو گرمایا جائے، ان کی ہمت بڑھائی جائے اور مخالفین کے گمراہ کن پروپیگنڈے کا مؤثر رد کیا جائے۔ اس صورت حال کے پیش نظر 7 جنوری 1994ء کو لندن سے جماعت احمدیہ کے ایک اور ترجمان اخبار ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا باقاعدہ اجراء ہوا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اسی روز ایم ٹی اے کی نشریات کا بھی باقاعدہ آغاز کیا گیا۔ ان دونوں کا مقصد یہ تھا کہ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کا چاہے وہ دنیا کے کسی خطہ میں بستا ہو اپنے پیارے امام کے ساتھ پختہ تعلق قائم ہو جائے۔

الفضل انٹرنیشنل کمیٹی کا قیام

اخبار الفضل انٹرنیشنل کے اجراء کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مورخہ 7 مارچ 1993ء کو الفضل انٹرنیشنل کمیٹی کا اعلان کیا اور اسے مفصل ہدایات سے نوازا۔ اس کمیٹی کا پہلا اجلاس 9 مارچ 1993ء کو محمود ہال میں منعقد ہوا۔ حضور انور کی رہنمائی اور ارشادات کی روشنی میں کمیٹی نے اپنی رپورٹ حضور کی خدمت میں پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اخبار الفضل کا ہفتہ وار انٹرنیشنل ایڈیشن لندن سے جاری کیا جائے اور نمونہ کا ایک شمارہ جولائی 1993ء میں جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر شائع کیا جائے۔ اس میں خاص بات یہ تھی کہ حضور انور نے 22 جولائی 1993ء کو از راہ شفقت درج ذیل خاص پیغام بھجوایا جو 30 جولائی 1993ء کے نمونہ کے شمارہ کے سرورق پر شائع ہوا۔

الفضل انٹرنیشنل کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا روح پرور پیغام

''اخبار الفضل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے بابرکت دور خلافت میں حضرت مصلح موعود کے ذریعہ 18 جون 1913ء کو جاری ہوا۔ اس وقت آپ منصب خلافت پر مامور نہیں ہوئے تھے اور صاحبزادہ مرزا محمود احمد کے نام سے جانے جاتے تھے۔ آج الفضل کا پرچہ جس کا آغاز سادگی سے غالباً چند سو پرچوں سے ہوا تھا نئی آب و تاب اور شان کے ساتھ نئے عالمی دور میں داخل ہو رہا ہے اور لندن سے اس کے انٹرنیشنل ایڈیشن کی اشاعت کا آغاز ہو رہا ہے۔

الفضل کے لئے حضرت اماں جان (سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ) نے اپنی زمین کا ایک ٹکڑا بیچ کر اور حضرت امی جان (حضرت ام ناصر صاحبہ) نے اپنے دو زیور پیش کر کے جنہیں حضرت مصلح موعود نے خود لاہور جا کر فروخت کیا اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے نقد روپے اور زمین کا ایک ٹکڑا دے کر ابتدائی سرمایہ مہیا کیا نیز حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب، حضرت صوفی غلام محمد صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب جیسے بزرگ (رفقاء) نے بھی خصوصی معاونت فرمائی۔

اخبار الفضل خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تقسیم ہندو پاک سے پہلے برصغیر میں بلا روک ٹوک مکمل آزادی کے ساتھ جماعت کی علمی، روحانی اور مذہبی خدمات سرانجام دیتا رہا اور اس اخبار نے جماعت کے ایک بڑے حصہ کو دنیا کے روزمرہ کے اخباروں سے بھی ایک حد تک مستغنی رکھا کیونکہ عالمی اور ملکی خبریں نہایت عمدہ اور دلچسپ انداز میں اختصار کے ساتھ اس اخبار میں شائع ہوتی رہیں۔ لیکن تقسیم ہندوپاکستان کے بعد جب پاکستان میں (۔) نے سر اٹھانا شروع کیا تو الفضل پر کئی ابتلاء کے دور آئے اور کئی قسم کی پابندیاں لگنی شروع ہوئیں۔ یہاں تک کہ جنرل ضیاء صاحب کے آمرانہ دور میں تو حتی المقدور الفضل کی آواز کو دبانے اور الفضل کی آزادی پر قدغن لگانے کی ہر مذموم سعی کی گئی۔ حتیٰ کہ ایک لمبا تکلیف دہ دور ایسا بھی آیا جب یہ اخبار مسلسل بند رہا اور پاکستانی جماعت خصوصیت کے ساتھ مرکزی خبروں کے اس اہم رشتے سے کٹ جانے سے بے چین اور بے قرار رہی۔ تربیتی لحاظ سے بھی خصوصاً چھوٹی جماعتوں میں اس کا منفی اثر ظاہر ہونا شروع ہوا لیکن جماعت احمدیہ نے بالآخر قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ الفضل کے اجراء کا حق بحال کرا لیا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت کی عدلیہ کو جزائے خیر دے جنہوں نے جماعت احمدیہ کے معاملہ میں انصاف کا جھنڈا بلند کرنے کی جرأت دکھائی۔ اس از سر نو اجراء کے باوجود وہ مستقل پابندیاں جو ضیاء الحق کے آمرانہ آرڈیننس کے ذریعے جماعت پر قائم کی گئیں ان پابندیوں سے الفضل اور جماعت کے دیگر جرائد و رسائل کو جو مستقل زخم لگائے گئے تھے وہ اسی طرح ہرے رہے اور رستے رہے۔ چنانچہ آج بھی آپ جگہ جگہ الفضل کی عبارتوں اور جملوں میں جو خلاء دیکھتے ہیں یا بریکٹوں میں بعض غائب عبارتوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے یہ سب انہی زخموں کے رستے ہوئے ناسور ہیں۔

جماعت احمدیہ عالمگیر اپنے بہت ہی محبوب روزنامہ کے ساتھ یہ بدسلوکی ہوتے دیکھ کر ہمیشہ کرب محسوس کرتی رہی اور یہ خیال بار بار ابھرتا رہا کہ کیوں نہ الفضل کا ایک عالمگیر متبادل جاری کیا جائے۔ اس خیال کو اس وجہ سے بھی مزید تقویت پہنچی کہ محض الفضل کی آزادی تحریر پر ہی پابندی نہیں تھی بلکہ اشاعت کی راہ میں از راہ شرارت بار بار روکیں ڈالی جاتی رہیں۔ چنانچہ جس طرح بے باک حق گو ہفتہ وار ''لاہور'' کے ساتھ مستقلاً یہ سلوک جاری رہا کہ نامعلوم بے چہرہ اداروں کی طرف سے ڈاکخانوں سے بنڈل کے بنڈل غائب کر دیئے جاتے تھے اور اب بھی کم و بیش یہ سلسلہ جاری ہے ویسا ہی کچھ معاملہ الفضل سے بھی گاہے بگاہے ہوتا رہا جس کی وجہ سے اچانک اخبار کی ترسیل میں خلاء پیدا ہونا عالمگیر قارئین کے لئے مزید اذیت کا موجب بنتا رہا۔ یہ وہ پس منظر ہے جس نے بالآخر الفضل کی عالمگیر اشاعت کی ضرورت اور خواہش کو حقیقت کا روپ عطا کر دیا۔

تاریخی ریکارڈ کے طور پر مختصراً یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ الفضل کے عالمگیر اجراء کے لئے پہلے مکرم چوہدری رشید احمد صاحب کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس کے مندرجہ ذیل ممبران تھے۔ (1) مکرم بشیر احمد رفیق صاحب۔ (2) مکرم نصیر احمد قمر صاحب۔ (3) مکرم منیر احمد جاوید صاحب (4) مکرم عبدالماجد طاہر صاحب۔ (5) مکرم صفدر حسین عباسی صاحب۔ (6) مکرم لئیق احمد طاہر صاحب۔ (7) مکرم خلیل الرحمٰن ملک صاحب۔ (8) مکرم سعید احمد جسوال صاحب۔ (9) مکرم مبارک احمد ظفر صاحب۔

اس کمیٹی نے لمبے عرصے تک بڑی محنت سے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے غور و خوض کیا اور ساتھ ساتھ مجھے مطلع رکھ کر ہدایات لی جاتی رہیں۔ میں اس کمیٹی کا ممنون ہوں آپ بھی ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ انہوں نے ماشاء اللہ بہت عمدہ کام کیا ہے۔ اب جبکہ سارے انتظامات تقریباً مکمل ہیں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ صدر کمیٹی مکرم رشید احمد چوہدری صاحب کو پہلا مدیر اعلیٰ مقرر کیا جائے اور ان کے ساتھ مکرم منیر احمد جاوید صاحب اور مکرم عبدالماجد طاہر صاحب کو بطور نائب مدیر خدمت کا موقعہ دیا جائے۔ مینجمنٹ کی نگرانی ایڈیشنل وکیل التصنیف مکرم بشیر احمد رفیق صاحب کے سپرد کی گئی ہے۔ الفضل انٹرنیشنل بلا ناغہ ہفتہ وار جاری کرنے میں ابھی کچھ اور وقت لگے گا لیکن اس کا ایک نمونہ پہلے پرچہ کے طور پر احباب کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک معین ہفتے کے الفضل کی اہم خبروں، دلچسپ مضامین اور منظوم کلام پر مشتمل ہے۔ مزید برآں جماعت کی بین الاقوامی اہمیت کی خبروں کو بھی اس میں شامل کر دیا گیا ہے جو کسی مجبوری کی وجہ سے اس معین عرصہ کے الفضل میں شائع نہیں ہوسکیں۔ تجویز یہ ہے کہ آئندہ انشاء اللہ بعض مستقل عناوین کے تابع اس میں مزید مقالہ جات اور مضامین بھی شامل کئے جاتے رہیں گے تاکہ بعینہٖ پاکستان کے الفضل کی نقالی نہ ہو بلکہ اسے مزید دلچسپ اور مفید بنانے کی کوشش کی جائے۔ یہ پہلا نمونہ احباب کی خدمت میں صرف دعا کی تحریک کے ساتھ پیش ہے۔

جہاں کمیٹی کے ممبران کا شکریہ ادا کیا گیا ہے وہاں مکرم نعیم عثمان صاحب کا نام بھی شامل ہونا چاہئے جنہوں نے اشتہارات کے حصول کے ذریعہ الفضل انٹرنیشنل کے اس پرچے کی قابل قدر خدمت سرانجام دی اور صرف احمدیوں سے ہی نہیں بلکہ جماعت سے باہر دوسرے تجارتی اداروں سے بھی اشتہار حاصل کئے۔ اُمید ہے کہ جماعت کے دیگر احباب بھی الفضل انٹرنیشنل کی خدمت سے گریز نہیں کریں گے۔''

پیغام کے آخر میں حضور فرماتے ہیں:

''خدا کرے یہ اخبار نہ صرف جاری رہے بلکہ بیش از بیش ترقی کرتا ہوا ہفتہ وار کی بجائے روزنامہ میں تبدیل ہو جائے لیکن ابھی اس سفر میں بہت اہم مراحل اور بھی طے کرنے ہوں گے۔ جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کا یہ نیا دور مبارک ہو۔''

(الفضل انٹرنیشنل 6 فروری 2004ء۔ صفحہ 3)

الفضل انٹرنیشنل کے پہلے خریدار

الفضل انٹرنیشنل کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ اس کے پہلے خریدار ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع تھے۔

ابتدائی مراحل

اخبار کا زر سالانہ یوکے 25 پونڈ، یورپ 27 پونڈ اور بقیہ ممالک 36 پونڈ مقرر کیا گیا۔ الفضل انٹرنیشنل کے سرورق کے لئے لاہور سے مبارک محمود صاحب پانی پتی نے مختلف ڈیزائن فراہم کئے ان میں سے ایک کو منتخب کرلیا گیا۔ اس چھپوائی کا تخمینہ انگلستان، جرمنی، کینیڈا اور امریکہ کے مختلف پریسوں سے حاصل کیا گیا۔ ان میں سے سب سے سستا تخمینہ نیوز فلیکس انٹرنیشنل لمیٹڈ نے دیا یعنی پانچ ہزار کی تعداد میں 16 صفحات کے 400 پونڈ لاگت مقرر کی جسے منظور کرلیا گیا۔

الفضل انٹرنیشنل کا پہلا شمارہ

30 جولائی 1993ء کے نمونے کے شمارہ کے سرورق پر حضرت مسیح موعود کا الہام جو آپ کو 11 فروری 1906ء کو ہوا تھا:

''دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہوگیا''۔ (تذکرہ صفحہ 596)

اس شمارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے پیغام کے علاوہ ان کے قطب شمالی کے تاریخی دورہ کی مختصر روئیداد، قطب شمالی میں خطبہ جمعہ اور کرہ ارض کے آخری کنارے پر نماز باجماعت کی تصاویر نیز مچھلی کا شکار کھیلتے ہوئے حضور انور کی تصویر وغیرہ شائع ہوئیں۔ محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب کا مضمون ''الفضل کی زندگی کے 80 سال۔ دور نو شاندار مستقبل''۔ مولانا عبدالماجد طاہر صاحب کا مضمون ''مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کا قیام''، مکرم محمد اشرف صاحب شہید آف جلہن ضلع گوجرانوالہ کا اپنے آقا کے نام آخری مکتوب، خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع بتاریخ 23 جولائی 1993ء، مکرم مسعود احمد خاں صاحب دہلوی سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل کا مضمون ''دوریوں کو قربتوں میں بدلنے والی تقدیر خاص'' اور جماعت احمدیہ پاکستان پر ظلم وستم کے چند واقعات شائع کئے گئے۔ نیز اس خاص نمبر کے لئے مکرم ثاقب زیروی صاحب کی نظم

''سنی ہم نے جس دم نوائے خلافت''

جو انہوں نے خاص طور پر اس شمارہ کے لئے لکھی تھی شائع کی گئی۔

الفضل انٹرنیشنل کی کمپوزنگ، ترسیل اور دیگر مراحل

الفضل انٹرنیشنل کی کمپوزنگ ابتدا میں مکرم مولانا عبدالحفیظ صاحب کھوکھر اور مکرم ملک محمود احمد صاحب نے کی اور جب یہ باقاعدہ شروع ہوا تو مکرم مولانا عبدالحفیظ صاحب کھوکھر کو ہی الفضل انٹرنیشنل کی کمپوزنگ کا کام سونپا گیا اور آپ خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

اخبار کی ترسیل کا مرحلہ کافی کٹھن ہوتا ہے۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ کام رضا کاروں سے لیا جائے۔ مکرم احمد حنان مرزا صاحب نے یہ کام سنبھال لیا اور ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل سے رضا کاروں کی اچھی خاصی ٹیم اخبار کی ترسیل کا کام کرتی ہے۔ اس ٹیم میں خواتین اور بچے بھی شامل ہوتے ہیں۔ جو لفافوں پر ایڈریس لیبلز چسپاں کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کام بڑی باقاعدگی اور خوشکن طریقے سے ہو رہا ہے۔

اس تازہ شمارہ کے شائع ہونے کے بعد خیال تھا کہ چند ہفتوں کے بعد ہی اس قابل ہو جائیں گے کہ الفضل انٹرنیشنل کا باقاعدہ اجراء ہو سکے۔ اس سلسلہ میں تمام ممکن تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں مگر اس کوشش کے باوجود معاملات طویل ہوتے گئے اور وقت تیزی سے نکلتا جا رہا تھا۔ دسمبر کا مہینہ آگیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے تمام انتظامات کا جائزہ لیا اور فرمایا کہ جنوری 1994ء سے اس کی باقاعدہ اشاعت کا انتظام کریں۔

ایک روح پرور واقعہ

اسی دوران ایک روح پرور واقعہ پیش آیا جس کا یہاں بیان کرنا ضروری ہے۔ 30 جولائی 1993ء کے پرچہ کی اشاعت کے جہاں مختلف ممالک سے احباب جماعت کے تہنیت کے پیغام موصول ہوئے وہاں کینیڈا سے مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب نے حضور پُرنور کی خدمت میں ایک فیکس 25۔ اگست 1993ء کو روانہ کیا جس میں لکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود کے الہام ''دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہوگیا'' کے حرف ابجد کے حساب سے کل تعداد 1993 بنتی ہے اور خوش قسمتی سے الفضل انٹرنیشنل کے اجراء کا سال بھی 1993ء ہے گویا اس الہام میں یہ خوشخبری ہے کہ سال 1993ء میں ایک اخبار شائع ہوگا جو غیر معمولی اہمیت کا حامل ہوگا۔

اس فیکس کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس کے حاشیہ پر حضور انور نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ہدایات لکھیں کہ وہ اس بارے زبانی ہدایات لیں۔ مکرم نصیر احمد قمر صاحب جو اس وقت پرائیویٹ سیکرٹری تھے فرماتے ہیں کہ حضور انور نے انہیں بلا کر ہدایت بھی کی تھی کہ اس فیکس کے بارہ میں ایڈیٹر الفضل یا الفضل کمیٹی کے کسی ممبر سے بات نہ کریں۔ ان کو اپنے طور پر تیاری کرنے دیں۔ زبردستی الہام کو چسپاں کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ مولانا نصیر احمد قمر صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس ارشاد کی تعمیل میں میں نے کسی سے اس فیکس کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی خط پر کسی قسم کا نوٹ لکھا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد مکرم نصیر احمد قمر صاحب رخصت پر پاکستان تشریف لے گئے اور یہ خط پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں پڑا رہا۔

اوائل دسمبر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے الفضل کمیٹی کے ممبران کو بلایا اور ان کے کام کا تفصیلی جائزہ لیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہفتہ وار الفضل انٹرنیشنل کا باقاعدہ شمارہ 7 جنوری 1994ء کو شائع کیا جائے۔

(انٹرنیشنل الفضل 6 فروری 2004ء۔ صفحہ 3)

مکرم نصیر احمد قمر صاحب کے جانے کے بعد مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری مقرر ہوئے۔ انہوں نے جب ڈاک میں یہ خط دیکھا کہ اس کا جواب نہیں بھجوایا گیا تو دوبارہ حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جس پر حضور انور نے مورخہ 10 دسمبر 1993ء کو مکرم نسیم مہدی صاحب کو ایک خط اس سلسلہ میں تحریر کیا جس میں لکھا کہ:

''الفضل انٹرنیشنل کے اجراء پر آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود کے الہام

''دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہوگیا''

کے اعداد 1993 بیان کرکے 1993ء میں اس کی اشاعت کے واقعہ کو غیر معمولی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے جزاکم اللہ۔ غیر معمولی تو خدا کے فضل سے ہے ہی لیکن لفظ ''شائع'' کے حرف ''ء'' (ہمزہ) کا عدد ''1'' آپ نے چھوڑ دیا ہے حضور انور نے فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ عملاً جنوری 1994ء سے باقاعدہ شروع ہو رہا ہے اور ''ء'' کا ایک (1) عدد شامل کرکے یہ اعداد بالکل 1994 بن گئے ہیں جو کہ اخبار کے اجراء کا اصل سن ہے۔ ہم نے جان بوجھ کر آپ کے اس خط کو Release نہیں کیا تھا اور الفضل کی انتظامیہ کو بتایا تک نہیں تھا کہ وہ اس کے باقاعدہ اجراء کی تاریخیں اس کے مطابق set کرنے کی کوشش نہ کریں۔ لیکن اب جبکہ اس کے اجراء کی تاریخ طے ہو چکی ہے تو اول آپ کا یہ خط دوبارہ میرے سامنے پیش ہوا ہے دوسرے وہ تاریخ عین 1994ء کا آغاز ہے جو کہ اس الہام کے اعداد کا حقیقی مجموعہ ہے۔

یوں خدا تعالیٰ نے سب کی نظروں سے اسے فیصلہ ہو جانے کے کئی روز بعد تک اوجھل رکھ کر یہ فعلی شہادت مہیا فرمادی کہ یہ فیصلہ اس کا تائید یافتہ اور اس الہام کی تکمیل کا مظہر ہے۔''

مارچ 1994ء میں مکرم نصیر احمد قمر صاحب پاکستان سے واپسی پر اس اخبار کے مدیر اعلیٰ اور مینیجر مقرر ہوئے اور آج حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ہاتھوں کا لگایا ہوا یہ پودا بڑی شان وشوکت کے ساتھ نشوونما پاتے ہوئے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ یہ اخبار ساری دنیا میں سچے علوم وعرفان کی پیاسی روحوں کو سیراب کر رہا ہے۔

الفضل انٹرنیشنل کے شمارہ میں جرمنی کے دو میگزین بھی بطور سپلیمینٹ شامل کئے جاتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ماہنامہ اخبار احمدیہ جرمنی

الفضل انٹرنیشنل میں جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان ماہنامہ اخبار احمدیہ جرمنی بھی شامل ہوتا ہے جس کے ایڈیٹر مکرم حامد اقبال صاحب ہیں۔ اس میں قرآن واحادیث اور حضرت مسیح موعود کے ارشادات، خلفاء کے ارشادات شامل اشاعت ہوتے ہیں۔ اسی طرح مفید معلوماتی مضامین بھی دیئے جاتے ہیں۔ جرمنی میں ہونے والی مختلف جماعتی سرگرمیوں پر مشتمل رپورٹس بھی اس میں شامل ہوتی ہیں۔

ماہنامہ خدیجہ جرمنی

الفضل انٹرنیشنل میں لجنہ اماء اللہ جرمنی کا ترجمان ماہنامہ خدیجہ بھی اشاعت پذیر ہوتا ہے۔ ماہنامہ خدیجہ جرمنی میں قرآن وحدیث و ملفوظات اور خلفائے کرام کے ارشادات سے مزین ہوتا ہے اور لجنہ کی تربیتی مضامین کے علاوہ لجنہ کی جماعتی سرگرمیوں کی رپورٹس بھی شامل ہوتی ہیں۔

شام کا پہلا اخبار

دنیا کے پہلے شام کے اخبار کا نام ڈاکس نیوز لیٹر تھا۔ جو 23 جون 1696ء کو لندن سے Inhabod Dawks نے جاری کیا تھا۔ اس اخبار کو ہینڈ رائٹنگ سے ملتے جلتے Italic ٹائپ میں چھاپا گیا تھا۔ ہر اخبار میں نیچے تھوڑی سی جگہ خالی چھوڑی گئی تھی تاکہ خریدار اسے اپنے کسی دوست کو بھیجنا چاہیں تو وہاں اپنا پیغام تحریر کرکے بھیج سکیں۔ ڈاکس نے اس اخبار کو ہینڈ رائٹنگ والے ٹائپ میں اس لئے چھاپا تھا کہ نوجوان قارئین اپنی ہینڈ رائٹنگ بہتر بنا سکیں۔ تاہم یہ اخبار عمر رسیدہ قارئین میں زیادہ مقبول ہوا۔

یہ اخبار ہفتہ میں تین مرتبہ منگل، جمعرات اور سنیچر کی شام کو چار سے پانچ بجے کے درمیان شائع ہوتا تھا اور ایک Quarter کیلئے اس کا چندہ دس شلنگ ہوتا تھا۔ یہ اخبار 1716ء تک باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔

مکرم عبدالسمیع خان صاحب ریٹائرڈ سینئر ہیڈ ماسٹر

الفضل کے ہاکر کا رستہ دیکھتے رہتے ہیں

خاکسار الفضل کا 1952ء سے باقاعدہ قاری ہے۔ جب تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے طالب علم منور احمد صاحب آف چونڈہ نے پنجاب یونیورسٹی کے میٹرک کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی۔ تیسری پوزیشن سعید رحمانی صاحب نے لی۔ الفضل نے پہلے صفحہ پر اس کی رپورٹنگ شائع کی۔ چونکہ حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی وفات اپریل کے تیسرے ہفتہ میں ہوئی اس لئے کثرت سے حضرت اماں جان کے بارے میں مضامین شائع ہوئے تھے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول اپریل 1952ء میں چنیوٹ سے ربوہ منتقل ہوا تھا۔ سکول میں اکثر علماء سلسلہ خطاب کرتے تھے۔ ان کے بارے میں الفضل میں پڑھ کر بہت خوشی ہوتی تھی۔ حضرت مصلح موعود جولائی 1952ء میں جب تعلیم الاسلام ہائی سکول میں تشریف لائے ان کے بارے میں الفضل میں چھپنے والی رپورٹ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔

اسی طرح حضرت مصلح موعود کی دیگر مصروفیات الفضل سے پڑھنے کو ملتیں۔ موسم گرما کی تعطیلات ہمارا خاندان ربوہ سے باہر اپنے گاؤں شورکوٹ کے قریب گزارنے کے لئے ہر سال جاتا تھا جبکہ اس گاؤں میں ڈاک خانہ نہ تھا۔ پیدل چل کر دوسرے قریبی ڈاکخانہ سے اخبار الفضل لایا جاتا۔ مرکز کی خبریں پڑھنے کی خواہش ہوتی تھی۔ حضرت مصلح موعود کی صحت اور دوسری جماعتی خبریں پڑھنے کی تڑپ ہوتی تھی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ 1956ء میں جب اللہ رکھا نامی شخص نے خلافت کے بارے میں فتنہ اٹھایا تو ہم نے اپنے گاؤں میں اخبار الفضل میں پڑھا اس خبر نے ساری جماعت کو اخلاص میں بڑھایا۔ حضرت مصلح موعود کو تجدید بیعت کے خطوط لکھے۔

ہر سال تعلیم الاسلام ہائی سکول اور باقی جماعتی اداروں کا یونیورسٹی یا بورڈ کا نتیجہ شائع ہوتا تھا پڑھ کر مزا آتا تھا 1953ء میں اخبار الفضل بند رہا۔ اس کی جگہ کراچی سے المصلح شائع ہونا شروع ہوا۔ باقاعدگی سے یہ اخبار پڑھنے کو ملتا۔

موجودہ دور میں ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود اور احادیث نبوی ﷺ پڑھ کر ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے جماعتی اعلانات۔ وفات کے اعلانات اور دعاؤں کے اعلانات پڑھنے کو ملتے ہیں۔

حضور انور کے دورہ جات کی رپورٹس پڑھ کر دِل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حاسدوں کی شر سے اس اخبار کو بچائے۔ یہ اخبار صرف مثبت پہلو ہی شائع کرتا ہے۔ کسی کی دلآزاری نہیں کرتا صرف محبت کا پیغام ہی دیتا ہے۔

اب تو یہ حالت ہے کبھی شام کو اخبار مل جاتا ہے کبھی صبح ہاکر کا راستہ دیکھتے رہتے ہیں کہ کب اخبار آتا ہے جس کے ہاتھ میں پہلے اخبار آجائے وہ جب تک کسی حد تک اسے پڑھ نہ لے۔ دوسرے گھر والوں کو بتاتا ہی نہیں۔ میری اہلیہ صاحبہ کو اتنا شوق ہے کہ ہر وقت الفضل کے پھینکنے کی جگہ کو دیکھتی ہیں۔

جنوری 1977ء میں ربوہ سے باہر ملازمت کرنی پڑی۔ ایسے سکول میں تعینات رہا جہاں ڈاک خانہ نہیں تھا۔ الفضل کا پہنچنا وہاں بہت مشکل تھا۔ اکٹھے اخبار قریبی گاؤں سے لا کر پڑھے جاتے۔

1981ء میں سمندری ضلع فیصل آباد میں تعیناتی ہوئی تو باقاعدہ ڈاک کے ذریعہ اخبار منگوانا شروع کیا۔ سارے افراد کو اخبار الفضل پڑھنے کا شوق ہوتا تھا۔ خصوصاً مرکز کی خبریں جاننے کی تڑپ ہوتی تھی۔ ضیاء الحق کے آرڈی نینس کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی لندن ہجرت کی خبر پڑھ کر اطمینان ہوا۔

اخبار الفضل کی بندش کے بعد دوبارہ اجراء پر بھی ہم نے باقاعدہ الفضل لگوایا۔ اپنے اس دنیا سے گزرے ہوئے بھائیوں کی یادیں پڑھ کر بہت لطف آتا ہے۔

الفضل کے خصوصی نمبر پڑھنے کو ملتے ہیں ان کو پڑھ کر از حد خوشی ہوتی ہے حال ہی میں بہت ہی خوبصورت ”الفضل کے بارے میں“ نمبر 18 جون کو شائع ہوا ہے بعض دفعہ پہلے سے پڑھے ہوئے مضامین دوبارہ جب لمبے وقفے کے بعد پڑھے جاتے ہیں تو زیادہ لطف آتا ہے۔

”طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنے نواسے کو بغیر ٹوپی کے بیت الذکر میں دیکھا۔ اس کے والدین کو بہت ناراض ہوئے فرمایا کہ حضرت مصلح موعود تو اگر اپنے بیٹوں کو بغیر ٹوپی کے بیت الذکر میں دیکھ لیتے تو ان کی ٹنڈیں کروا دیا کرتے تھے۔“

اسی طرح کے مختصر مضامین ایمان افروز اور بہت سے تربیتی پہلو لئے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس دور میں حکومتی قدغن اور رکاوٹوں کے باوجود الفضل کی اشاعت قابل تحسین ہے۔

اللہ تعالیٰ اس پیارے اخبار کو بدنظروں سے بچائے اس کی اشاعت کو زیادہ کرے۔ آمین

احمدی بھائی اور الفضل

1919ء میں مکرم ملک سلطان محمد خان صاحب مرحوم نے گارڈن کالج راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ یہ کالج مشنری کالج تھا۔ چند طلباء کالج کے لان میں نماز پڑھا کرتے۔ ایک روز عیسائی پروفیسر نے باری باری سب طلباء سے دریافت کیا کہ تم احمدی ہو۔ تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں احمدی ہوں۔ اگلے روز پروفیسر نے دفتر بلایا اور احمدی عقائد کے بارے میں دریافت کیا تو ملک صاحب نے کہا میں جماعت کے عقائد نہیں جانتا۔ تب پروفیسر صاحب کہنے لگے اچھا میں تمہیں سمجھاؤں گا۔

ملک صاحب بیان کرتے ہیں:۔

”چنانچہ اس نے مجھے ایک عیسائی پمفلٹ دیا۔ یہ پمفلٹ چودہ نکات پر مشتمل تھا۔ ہم سب لڑکوں کو کچھ بھی علم نہ تھا۔ ہم نے اس پمفلٹ کی 32 کاپیاں تحریر کیں اور مختلف علماء کرام سجادہ نشین پیر خانے اور جماعت احمدیہ قادیان کو بھی بھجوائیں۔ 30 جگہوں سے تو کوئی جواب نہ آیا لیکن صرف دو جگہوں سے جواب آیا۔ اس میں سے ایک قادیان دارالامان تھا اور دوسرا جواب مولوی......امرتسر کا تھا۔ مولوی صاحب نے تو یہ تحریر فرمایا کہ تم لوگوں کے والدین انتہائی بیوقوف ہیں جنہوں نے آپ نوجوانوں کو مشنری کالج میں داخلہ دلوایا ہے۔ میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ تم سب اپنا بوریا بستر سمیٹ کر فوراً اس کالج سے واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ لیکن قادیان سے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی طرف سے نہایت مدلل جواب موصول ہوئے اور ساتھ ہی چودہ مزید سوال انہوں نے لکھ کر بھجوائے اور ساتھ ہی تحریر فرمایا کہ ہمارے ان سوالوں کے جواب یہ لوگ نہیں دے سکتے نہ ہی دیں گے خیر جب پروفیسر صاحب کو وہ جوابات اور سوالنامہ دیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے احمدیوں سے سوال نہیں کئے تھے۔ میں نے تو دوسروں سے سوال کئے ہیں“۔

میرے دل پر اس بات کا بڑا گہرا اثر ہوا اور میں نے سلسلہ عالیہ کی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ مطالعہ کرتے کرتے 1924ء آگیا اور میں اوکاڑہ اپنے پھوپھی زاد بھائی سردار سر محمد نواز خان صاحب کی زمینوں کے کام کے لئے گیا ہوا تھا۔ وہاں پر کام لمبا ہو گیا تو میں نے الفضل جاری کروایا۔ پہلے دن جب پوسٹ مین الفضل لے کر آیا تو ان کے ساتھ ایک سفید ریش بزرگ بھی تشریف لائے۔ پوسٹ مین تو چلا گیا اور وہ بزرگ تشریف فرما رہے۔ میں نے خیال کیا اپنے کسی کام کے لئے آئے ہوں گے۔ اس وقت میرے پاس جو چالیس پچاس لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی اپنا اپنا مدعا بیان کر کے واپس چلے گئے۔ مگر وہ بزرگ بیٹھے رہے۔ آخر میں نے خود ہی ان سے پوچھا کہ آپ کس کام سے تشریف لائے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں کسی کام سے تو نہیں آیا بلکہ میں چونکہ خود احمدی ہوں اس لئے اپنے احمدی بھائی کو ملنے آیا ہوں۔ اس پر میں نے کہا کہ میں تو احمدی نہیں ہوں تب انہوں نے کہا کہ میں نے پوسٹ مین کے پاس الفضل اخبار دیکھا تو میں یہ سمجھا کہ جس شخص نے اخبار منگوایا ہے وہ احمدی ہی ہوگا۔ پھر وہ بزرگ گویا ہوئے کہ کیا ابھی آپ کو کوئی شک و شبہ ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں ”کوئی شک و شبہ نہیں“ تو انہوں نے پھر دریافت کیا کہ پھر آپ بیعت کیوں نہیں کرتے۔ میں نے جواباً کہا کہ بس ایسے ہی۔ تب انہوں نے پھر مجھ سے کہا کہ کیا آپ کو یہ یقین ہے کہ آپ کل تک زندہ رہیں گے۔ ان کا اتنا کہنے میں ایسا اثر تھا کہ میں فوراً اٹھ کر کمرے میں چلا گیا اور بیعت کا خط لکھا، لفافے میں ڈال کر ایڈریس لکھا اور باہر آکر ان بزرگ کی خدمت میں دیا کہ میرا بیعت کا خط ہے اور آپ خود اپنے ہاتھ سے لیٹر بکس میں ڈال دیں۔ اور یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے احمدیت کی عظیم نعمت سے نواز دیا۔

(الفضل 20 ستمبر 2004ء)

ش۔نساء

علوم کا خزانہ

جب ہم ربوہ میں رہتے تھے اور میرے ابا جان تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ٹیچر تھے اور ہم ریلوے لائن کے پاس کچے کوارٹر میں رہتے تھے اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا زمانہ تھا ماحول بہت اچھا تھا روزانہ الفضل ہمارے گھر آتا تھا اور ہم پڑھتے تھے مجھے الفضل کے ساتھ بہت لگاؤ تھا، جب تک پورا الفضل پڑھ نہ لوں چین نہیں آتا تھا، یہ سمجھیں کہ زندگی کا حصہ بن گیا تھا۔ پھر جب بہاولنگر شادی ہوئی تو سب سے پہلے میں نے الفضل لگوایا پھر مصباح، اسی طرح باقی رسائل آنے شروع ہوگئے یہاں چار پانچ گھرانے احمدیوں کے تھے میں نے یہاں لجنہ قائم کی اور آہستہ آہستہ اور لوگ آتے گئے اور تعداد بڑھتی گئی۔ الفضل کے متعلق کیا بتاؤں یہ علوم کا خزانہ ہے۔

پھر جب 1974ء میں میرے ابا جان مکرم ضیاء الدین ارشد صاحب ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول مخالفوں کی فائرنگ سے شہید ہوگئے۔ جو میرے بھانجے ہادی علی چوہدری صاحب کے ساتھ میرے بھائی مکرم نعیم احمد راجہ صاحب اور مکرم اشرف علی صاحب کو سرگودھا جیل میں ملنے گئے تھے، سرگودھا میں احمدیوں کی دکانیں لوٹی گئیں اور جلا دی گئیں بہت ہی پر آشوب زمانہ گزرا، احمدیوں پر خدا کی زمین تنگ کر دی گئی، چھوٹے چھوٹے بچے دودھ اور بھوک سے بلکتے رہے، بائیکاٹ کی وجہ سے پھر الفضل بند ہو گیا بعد میں بہاولنگر میں سب کا اکٹھا آتا رہا، 15 دن کے بعد پھر بند ہو گیا، الفضل پر بھی بہت مشکل دور آیا۔ اللہ تعالیٰ اس پیارے الفضل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

اطلاعات واعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

تقریب آمین

❁ مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ تحریر کرتی ہیں۔

خاکسار کا پوتا عزیزم مونس احمد قریشی ابن مکرم ڈاکٹر منصور احمد قریشی صاحب ڈٹرائٹ مشی گن امریکہ ان خوش نصیب بچوں میں شامل تھا جن سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دورہ کیلیفورنیا کے موقع پر 9 مئی 2013ء کو بیت الحمید میں ازراہ شفقت قرآن پاک سن کر آمین کروائی اور دعاؤں سے نوازا۔ مونس احمد قریشی مکرم ناصر احمد قریشی صاحب کا پوتا اور مکرم سلطان محمود انور صاحب ناظر رشتہ ناطہ کا نواسہ ہے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ مولا کریم عزیز اور اس کے بھائی بہن کو نور قرآن سے منور کرکے قرآن مجید پڑھنے، پڑھانے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعا

❁ مکرم نوید احمد صاحب نوید فوٹو سٹوڈیو کالج روڈ ربوہ گردوں میں پتھری کی وجہ سے علیل ہیں ایک ہفتے سے زائد فضل عمر ہسپتال ربوہ میں داخل رہے۔ اب گھر آ گئے ہیں۔ احباب سے کاملہ وعاجلہ کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

جلسہ یوم خلافت

❁ مکرم ملک عبدالرحیم صاحب معلم وقف جدید شادیوال ضلع گجرات تحریر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے مورخہ 31 مئی 2013ء کو جماعت احمدیہ شادیوال ضلع گجرات کو جلسہ یوم خلافت منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ جلسہ کی صدارت مکرم حافظ محمد اکرم صاحب صدر جماعت نے کی۔ تلاوت، نظم کے بعد خاکسار نے اطاعت خلافت کے موضوع پر تقریر کی۔ جلسہ کا اختتام دعا سے ہوا جو خاکسار نے کروائی۔ جلسہ کی حاضری 70 تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلافت کا اطاعت گزار بننے کی توفیق دے۔ آمین

حب سعال

کھانسی خشک ہو یا تر ہر دو میں مفید ہے۔
(چوسنے کی گولیاں)

قند شفاء

نزلہ، زکام اور فلو کیلئے انسٹنٹ جوشاندہ

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ (چناب نگر)
فون 0476211538 فیکس 0476212382

سانحہ ارتحال

❁ مکرم حکیم محمد قدرت اللہ محمود چیمہ صاحب زعیم مجلس انصاراللہ دارالرحمت غربی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

ہمارے محلہ کی ایک بزرگ خاتون محترمہ امۃ الحفیظ شہناز صاحبہ اہلیہ محترم عطاء المنان صاحب مرحوم (فوٹو ٹائم سٹوڈیو والے) سابق سیکرٹری مال دارالرحمت غربی ربوہ مورخہ 7 جون 2013ء کو بعمر 79 سال بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ آپ محترم میاں عبداللطیف صاحب آف پشاور کی صاحبزادی، حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب رفیق حضرت مسیح موعود سابق امیر جماعت جہلم کی نواسی اور حضرت مسیح موعود کے جلیل القدر رفیق حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کی نسل سے تھیں۔ آپ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری خالد احمدیت کی بھابی اور محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام بیت الفضل لندن کی چچی تھیں۔ مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں اور بے شمار خوبیوں کی مالک تھیں۔ آپ کی زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرکے اس کا شکر کرتی رہتی تھیں۔ عرصہ 6 ماہ سے صاحب فراش تھیں لیکن بیماری کا یہ عرصہ نہایت صبر وتحمل کے ساتھ گزارا۔ مورخہ 8 جون 2013ء کو بعد نماز عصر بیت الناصر دارالرحمت غربی ربوہ میں محترم ڈاکٹر حنیف احمد قمر صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جس کے بعد بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔ قبر تیار ہونے پر مکرم ضمیر احمد ندیم صاحب مربی سلسلہ نے دعا کروائی۔ مرحومہ کے پسماندگان میں ایک بیٹا مکرم حفیظ الرحمن شاہد صاحب مقیم ڈوسٹن جرمنی اور تین بیٹیاں مکرمہ نعمانہ قاضی صاحبہ اہلیہ مکرم قاضی عرفان احمد صاحب مقیم ٹورانٹو کینیڈا، مکرمہ رضوانہ منان صاحبہ ربوہ اور مکرمہ مومنہ منان صاحبہ ربوہ یادگار چھوڑی ہیں۔ جبکہ آپ کے ایک بھائی مکرم منیر احمد خان صاحب ریٹائرڈ پائلٹ PIA کراچی میں مقیم ہیں۔ مکرم حفیظ الرحمن شاہد صاحب مورخہ 8 جون 2013ء کو ربوہ پہنچ کر جنازہ اور تدفین میں شامل ہوگئے تھے۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے ساتھ اپنے پیار اور رحم کا سلوک فرماتے ہوئے انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

فضل عمر ہسپتال ربوہ کے مریضوں سے چند گزارشات

❁ صبح 7:30 بجے پرچی بنی شروع ہوتی ہے۔ مریضوں سے گزارش ہے کہ صبح 9:00 بجے سے قبل اپنی پرچی بنوا لیا کریں۔ تا کہ ڈاکٹر صاحب کو بروقت دکھا سکیں اور وقت پر مطلوبہ ٹیسٹ ہوسکیں۔

ڈاکٹر صاحب کو دکھانے سے قبل چیک کرلیں کہ آپ کا تمام ریکارڈ یعنی نسخہ جات/ ایکسرے اور ٹیسٹس وغیرہ آپ کے پاس موجود ہیں۔

تمام آؤٹ ڈورز میں ہر پرچی کو ایک نمبر دیا جاتا ہے تا کہ آپ اپنی باری کا تعین کرسکیں۔ باری گزر جانے کی صورت میں آپ کو مشکل پیش آسکتی ہے۔

شعبہ ایمرجنسی آپ کی خدمت کیلئے 24 گھنٹے کھلا ہوتا ہے۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ بعض حضرات آؤٹ ڈور میں انتظار کی زحمت سے بچنے کیلئے ایمرجنسی میں آتے ہیں جبکہ مریض کی نوعیت ایمرجنسی کی نہیں ہوتی۔ اس طرح شعبہ ایمرجنسی پر غیر ضروری بوجھ پڑتا ہے اور ان کا کام بھی متاثر ہوتا ہے۔

بعض احباب اپنے بچوں کو علاج کیلئے کسی اور بچے کے ساتھ ہمسایہ یا دوسرے رشتہ دار کے ہمراہ بھجوا دیتے ہیں۔ گزارش ہے کہ والدین میں سے ایک فرد بچے کے ہمراہ ضرور آئے۔

اگر سپیشلسٹ ڈاکٹر سے وقت نہ مل سکے تو کسی اور جونیئر ڈاکٹر کو دکھالیں۔ اگر واقعی سپیشلسٹ کی ضرورت ہوگی تو ڈاکٹر صاحب ریفر کردیں گے۔

مؤدبانہ التماس ہے کہ ہر ہسپتال کے آؤٹ ڈورز میں انتظار کی زحمت اٹھانی پڑتی ہے۔ لہٰذا اپنی باری کیلئے ہسپتال کے عملہ سے تعاون فرمائیں۔ نیز کسی بھی شکایت کی صورت میں انتظامیہ سے رابطہ کریں۔

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

ضرورت ہے

❁ ایم ٹی اے انٹرنیشنل پاکستان سٹوڈیوز میں حسب ذیل دو آسامیاں خالی ہیں صرف وہ مرد امیدواران جو دینی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر وقف کی روح کے ساتھ سخت محنت اور لگن سے کام کرنے کی امنگ رکھتے ہوں فوری طور پر رجوع کریں۔

آڈیو ویڈیو/ ایڈیٹر اینڈ گرافکس ڈیزائنر

ایک بی ایس کمپیوٹر گرافکس/ فلم میکنگ/ ماس کمیونیکیشن معہ کسی ٹی وی چینل یا پروڈکشن ہاؤس میں کام کا تجربہ ہو۔ اپنی اسناد اور تجربے کے سرٹیفکیٹ کی فوٹو کاپی کے ساتھ اپنا CV بھجوائیں۔

Adobe Media Suit پر کام کرنے کا تجربہ ضروری ہے۔ خصوصاً Adobe Premier اور Adobe Photo Shop اور Adobe After Effects پر کام کا تجربہ ہو۔ کیمرہ ورک اور اس کی ٹیکنیکس سے آگاہی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اضافی تجربہ ہو تو اس کا ذکر کریں۔ واقفین کو ترجیح دی جائے گی۔

سکرپٹ رائٹر

ایک ماس کمیونیکیشن میں بی ایس/ ایم اے جرنلزم/ ایم ایس سی ماس کمیونیکیشن کسی ٹی وی چینل یا پروڈکشن ہاؤس میں سکرپٹ لکھنے کا تجربہ۔ اپنا مکمل پروفائل واسناد کی فوٹو کاپی اپنی درخواست کے ساتھ بھجوائیں۔ واقفین کو ترجیح دی جائے گی۔

اپنی درخواستیں مورخہ 10 جون 2013ء تک بنام ایڈیشنل ناظر اشاعت ایم ٹی اے صدر انجمن احمدیہ ربوہ بھجوائیں یا حسب ذیل ای میل ایڈریس پر ای میل کردیں۔

Pakistan@mta.tv مزید معلومات کیلئے حسب ذیل ٹیلی فون نمبرز پر رابطہ کرسکتے ہیں

+92476212281 - +92476212630

(ایڈیشنل ناظر اشاعت ایم ٹی اے ربوہ)

چپ بورڈ، پلائی ووڈ، ویزبورڈ، پینٹیشن بورڈ، فلش ڈور، مولڈنگ کیلئے تشریف لائیں۔
کریڈٹ کارڈ کی سہولت موجود ہے۔

فیصل ٹریڈنگ کمپنی اینڈ ہارڈ ویئر سٹور

145 فیروز پور روڈ جامعہ اشرفیہ لاہور
موبائل: 0332-4828432,0300-4201198
طالب دعا: قیصر خلیل خاں

دوا تدبیر ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے

کامیاب علاج۔ ہمدردانہ مشورہ

نوجوانوں کے امراض ونفسیاتی بیماریاں
عورتوں کی مرض اٹھرا، بچوں کا چھوٹی عمر میں فوت ہوجانا

1954 NASIR ناصر 2012

دنیائے طب کی خدمات کے 58 سال

بے اولاد مردوں اور عورتوں کا کامیاب علاج

مطب حکیم میاں محمد رفیع ناصر

الحکمت (ناصر دواخانہ) گول بازار۔ ربوہ

TEL.047-6212248, 6213966

مرتبہ: مکرم محمد محمود طاہر صاحب

تعارف کتب حضرت مسیح موعود

حَمَامَةُ الْبُشْرٰی

اردو ترجمہ

نام کتاب : حَمَامَةُ الْبُشْرٰی۔اردوترجمہ
تصنیف: حضرت مسیح موعود
سن اشاعت : 2013ء
تعداد صفحات : 373
ناشر : نظارت اشاعت ربوہ

حمامۃ البشریٰ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کی عربی تصنیف ہے جو آپ نے 1893ء میں تحریر فرمائی اور فروری 1894ء میں شائع ہوئی اور روحانی خزائن جلد نمبر 7 میں شامل ہے۔

ایک عرب دوست محترم محمد بن احمد مکی جو شعب عامر مکہ معظّمہ کے رہنے والے تھے، انہوں نے قادیان میں حضور کے دست مبارک پر بیعت کی اور واپس مکہ جا کر حضور کو خط لکھا اور خوشخبری دی کہ وہ حضور کا پیغام یہاں پہنچا رہے ہیں اور ان کے دوست علی طائع جو کہ شعب عامر کے رئیس اور تاجر ہیں انہوں نے کہا ہے کہ حضور میرے پتہ پر اپنی کتب بھجوائیں تا وہ انہیں شرفاء تک پہنچائیں۔ اس خط پر حضور نے اسے دعوتِ حق کا غیبی سامان سمجھتے ہوئے رسالہ ''حَمَامَةُ الْبُشْرٰی'' تصنیف فرمایا۔ اس رسالہ میں آپ نے اپنے دعویٰ مسیحیت اور اس کے دلائل تفصیل سے لکھے نیز وفات مسیح، نزول مسیح اور خروج دجال کے متعلق بھی خوب بحث فرمائی ہے۔ اسی طرح آپ کے دعاوی پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات بھی دیئے ہیں۔

حضور کی اس معرکۃ الآراء عربی تصنیف کے ابتدائی 30 صفحات کا ترجمہ حضور کی زندگی میں 1903ء میں شائع ہوا۔ باقی صفحات کا ترجمہ محترم مولانا محمد سعید انصاری صاحب نے کیا ہے۔ ان تراجم پر عربک بورڈ ربوہ نے نظر ثانی کی۔ اردو دان طبقہ کے لئے عربی متن کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ افادۂ عام کے لئے نظارت اشاعت ربوہ کی طرف سے طبع ہو کر 2013ء میں منظر عام پر آیا ہے۔ اردو ترجمہ کے ساتھ یہ کتاب 373 صفحات پر مشتمل ہے۔ متن 2 کالمی دیا گیا ہے۔ دائیں طرف عربی متن جبکہ بائیں طرف اردو ترجمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مفید نتائج نکالے۔ آمین

☆......☆......☆

ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے پروگرام (پاکستانی وقت کے مطابق)

پروگراموں میں 20،15 منٹ کی کمی بیشی یا تبدیلی کی جاسکتی ہے

24 جون 2013ء

12:35 am	ریئل ٹاک
1:40 am	پُرکشش کینیڈا
2:05 am	جماعت احمدیہ کے بارے مخالفانہ کارروائیاں
3:00 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 21جون2013ء
4:10 am	سوال و جواب
5:10 am	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں
5:30 am	تلاوت قرآن کریم اور درس حدیث
5:55 am	یسرنا القرآن
6:15 am	گلشن وقف نو خدام الاحمدیہ
7:30 am	پُرکشش کینیڈا
7:50 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 21جون2013ء
8:55 am	ریئل ٹاک
9:55 am	لقاء مع العرب 13نومبر1996ء
11:00 am	تلاوت قرآن کریم اور درس
11:35 am	الترتیل
12:05 pm	حضور انور کا Roehamption University میں لیکچر
1:10 pm	بین الاقوامی جماعتی خبریں
1:45 pm	براہین احمدیہ
2:05 pm	فرنچ کلاس
3:00 pm	انڈونیشین سروس
4:15 pm	تامل سروس
5:00 pm	تلاوت قرآن کریم
5:10 pm	ان سائیٹ
5:35 pm	الترتیل
6:05 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 31اگست2007ء
7:00 pm	بنگلہ پروگرام
8:05 pm	تامل سروس
8:35 pm	سیرت و سوانح حضرت مسیح موعود
9:00 pm	راہ ہدیٰ
10:30 pm	الترتیل
11:00 pm	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں
11:25 pm	حضور انور کا Roehamption University میں لیکچر

ربوہ میں طلوع وغروب 18 جون

طلوع فجر	3:32
طلوع آفتاب	5:00
زوال آفتاب	12:10
غروب آفتاب	7:18

ایم ٹی اے کے اہم پروگرام

18 جون 2013ء

2:00 am	راہ ہدیٰ
3:35 am	خطبہ جمعہ 21/اگست2007ء
6:25 am	حضور انور کا دورہ جرمنی
8:00 am	خطبہ جمعہ 21/اگست2007ء
9:55 am	لقاء مع العرب 30/اکتوبر1996ء
12:00 pm	خطاب حضور انور برموقع جلسہ سالانہ یوکے 7 ستمبر2012ء
2:00 pm	سوال و جواب
11:30 pm	جلسہ سالانہ یوکے

الحمید ہومیو کلینک
پرانی اور نئی لیکن ضدی امراض
ہومیو فزیشن ڈاکٹر عبدالحمید صابر ایم۔ اے
ڈی ایچ ایم ایس پنجاب آر ایم ایم پی (پاکستان)
عمر مارکیٹ نزد اقصیٰ چوک ربوہ
0344-7801578

ملازمت اور رہائش ایک ساتھ
ہمیں اپنے کاروبار کیلئے محنتی ایماندار عمر 35۔40 سال قابلیت میٹرک جو گاہک کے ساتھ بات چیت کرنا جانتا ہو۔ ملازم کی ضرورت ہے۔ معقول تنخواہ کے علاوہ رہائش مفت (چھوٹی فیملی) دی جائے گی۔
پروپرائیٹر: شاہد محمود
تاج آکشن سنٹر (نیلام گھر)
مزید معلومات کیلئے فون کریں۔
0476213765,0331-7797216

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF JEWELLERS
SINCE 1952
Aqsa Road Rabwah
0092476212515
15 London Rd, Morden Sm4 5Ht
00442036094712

Got.Lic# ID.541 IATA
ملکی وغیر ملکی ٹکٹ۔ ریکنفرمیشن۔ انشورنس
ہوٹل بکنگ کی باعایت سروس کے لئے
Sabina Travels Consultant
Yadgar Road Rabwah
047-6211211,6215211
0334-6389399

حبوب مفید اٹھرا
چھوٹی ڈبی -/140 روپے بڑی -/550 روپے
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
NASIR ناصر
Ph:047-6212434 -6211434

فری مفید طبی معلومات و مشورے
Youtube پر جا کر قبض Qabz لکھیں اور مختلف موضوعات پر فری طبی معلومات و مشورے حاصل کریں
ڈاکٹر نذیر احمد مظہر
03346372686:

FR-10

SAHARA FOR LIFE TRUST UNO CERTIFIED NGO
فری کیمپ
سہارا الیبار ٹریز کی طرف سے مورخہ 19,20,21 جون 2013ء بوقت صبح 5:30 تا 8:30 بجے فری شوگر کیمپ کا اہتمام کیا جارہا ہے جس میں آپ کے خون کی شوگر، پیشاب کا مکمل ٹیسٹ اور خون کا مکمل معائنہ کیا جائے گا جو احباب و خواتین ان مشکلات سے دوچار ہیں مستفید ہوں ٹیسٹ کیلئے خالی پیٹ تشریف لائیں۔
رابطہ: 047-6212999,0333-7700829,0333-6700829